فون نمبر: 5863260 5862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532 قیمت فی پرچہ -/10 روپے
Email: centralanjuman@yahoo.com

جلد نمبر 98 | 3 ذوالحجہ تا 4 محرم الحرام 1433 ہجری۔ یکم نومبر تا 30 نومبر 2011ء | شمارہ نمبر 21-22

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مجدّ دصد چہاردہم

الٰہی فضل وبرکات دیکھنے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور لا انتہا فضل و برکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت ایک ایسی شے ہے جو انسان کی سفلی زندگی کو جلا کر اسے نیا اور مصفّا انسان بنا دیتی ہے۔ اس وقت وہ، وہ کچھ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا اور وہ، وہ کچھ سنتا ہے جو پہلے نہیں سنتا تھا۔ غرض خدا تعالیٰ نے جو کچھ مائدہ فضل و کرم کا انسان کے لئے تیار کیا ہے اس کے حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے استعدادیں بھی عطا کی ہیں۔ اگر وہ استعدادیں تو عطا کرتا لیکن سامان نہ ہوتا تب بھی ایک نقص تھا۔ مگر سامان ہوتا لیکن استعدادیں نہ ہوتیں تو کیا فائدہ تھا؟

---------- مگر نہیں یہ بات نہیں ----------

اس نے استعدادیں بھی دی ہیں اور سامان بھی مہیا کیا۔ جس طرح پر ایک روٹی کا سامان پیدا کیا تو دوسری طرف آنکھ۔ زبان، دانت اور معدہ دیا اور جگر اور امعاء کو کام میں لگا دیا۔ اور ان تمام کاموں کا مدار غذا پر رکھ دیا۔ اگر پیٹ کے اندر ہی کچھ نہ جائے گا تو دل میں خون کہاں سے آئے گا۔ اسی طرح پر سب سے اوّل اس نے یہ فضل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام جیسا مکمل دین دے کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین ٹھہرایا اور قرآن شریف جیسی کامل اور خاتم الکتب کتاب عطا فرمائی۔ جس کے بعد قیامت تک کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ اور پھر جو قویٰ سوچ اور فکر کے ہیں ان سے اگر کام نہ لیں اور خدا تعالیٰ کی طرف قدم نہ اٹھائیں تو کس قدر سستی اور کاہلی اور ناشکری ہے۔ (منظور الٰہی ص ۱۶۰۔۱۶۱)

یاالٰہی تیرافرقان ہے کہ اِک عالم ہے

(کلام حضرت امام الزماں)

نُورِ فرقاں ہے جو سب نُوروں سے اُجلا نِکلا ﴿ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا ﴿ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے ﴿ جو ضُروری تھا وہ سب اِس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ﴿ مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کِس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ﴿ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰؑ کا عصا ہے فرقاں ﴿ پھر جو سوچا تو ہر لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور ﴿ ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ تاباں نکلا

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان رحمتہ اللہ علیہ

جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت

جلسہ سالانہ کی بنیاد خود حضرت اقدس نے اپنے دعویٰ کے ساتھ رکھی اور اس کے لئے تین دن بھی آپ نے خود ہی مقرر فرمائے۔ جلسہ کی اہمیت اور برکات کے متعلق حضور کے مبارک ارشادات آپ اکثر پڑھتے اور سنتے چلے آئے ہیں۔ میں جب احباب جماعت کو جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں تو یہ حضرت اقدس کی خواہش کی تعمیل ہے اور احباب کی طرف سے اسی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت بھی ایک قسم کا جہاد ہے اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کو دین کے لئے اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنے کے زندگی میں موقعے ملتے رہتے ہیں۔ ان مواقع میں سے ایک موقع ہمارا سالانہ جلسہ بھی ہے جس میں جہاں کچھ مال خرچ کرنا پڑتا ہے وہاں جسمانی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے جو لوگ لاہور میں رہتے ہیں ان سے کہیں زیادہ صعوبت وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو دور دراز سے تشریف لاتے ہیں۔ ان کا اجر اسی قدر زیادہ ہے۔ مقامی احباب اس ثواب کی کمی میزبانی کے فرائض کماحقہ ادا کر کے پوری کر سکتے ہیں۔ ہمارے دوست جہاں کہیں بھی ہوں میں چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ پر آئیں۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت یقیناً دین کو قوت پہنچانے والی چیز ہے۔ اسے معمولی چیز نہ سمجھیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا بڑا موقع دیا ہے اسے اپنے ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اس چھوٹی سی جماعت کو اس کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اصولوں کے لحاظ سے اسے پاکیزہ عقائد پر قائم فرما دیا اور استقامت بخشی ہے۔ دوسری بہت بڑی جماعت کے مقابلے میں اس لحاظ سے آپ کا قدم مضبوط ہے کہ اب عقائد کے میدان میں وہ اعلانیہ پشت دکھاتے نظر آتے ہیں۔ دنیا کو قرآن کے پہنچانے کے کام میں بھی آپ کی جماعت کو بھاری توفیق بخشی گئی ہے۔ ہم پر خدا کا حق ہے کہ ہم اپنی جماعت کو اس عظیم الشان کام کے لئے پہلے سے بڑھ کر تیار کریں۔

حضرت امیر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے جلسہ سالانہ کو ''امر جامع'' فرمایا ہے۔ امر جامع میں امر کے ساتھ لفظ جامع خود اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے یعنی یہ اتنا اہم کام ہے جس نے لوگوں کو خود جمع کیا ہے۔

ہماری جماعت کو ''امر جامع'' کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ حضرت صاحب نے اس چیز کو پیش کیا جو اسلام کا ''امر جامع'' تھا کہ قرآن کریم کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کو دنیا میں پیش کرنے کا وقت آ گیا تھا کہ دنیا تباہی کی طرف جا رہی تھی اور جا رہی ہے۔ تباہی سے وہی چیز بچا سکتی ہے جو ذہنوں کو بدل دے اور وہ قرآن کریم ہے۔ اللہ کا اس جماعت پر احسان عظیم ہے کہ اسے اس بات کی توفیق ملی لیکن ابھی بہت کام باقی ہے۔ ہم نے جو کچھ ہو چکا ہے اس کا جائزہ لینا ہے۔ اور جو کرنا ہے اس کی تدابیر سوچنی ہیں۔ آپ آئیں اور اس میں ہمارا ہاتھ بٹائیں منجملہ دوسرے دینی اور روحانی مقاصد کے جب ظاہری سامان کچھ بھی نظر نہ آتے تھے حضرت صاحب نے اس ابتدائی زمانہ میں جلسہ کا ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا کہ اس اجتماعی موقعہ پر یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر

سوچی جائیں۔

جلسہ کی اغراض سے ایک بڑی غرض یہ بھی ہے کہ جماعت کے اندر جذبات اخوت اور مروّت کو ترقی دی جائے ۔ بھاری تعداد میں افراد جماعت کا مل کر عبادت کرنا اور اجتماعی دعاؤں میں شرکت تاثیر سے ہرگز خالی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی تقاریر جو اس موقع پر کی جاتی ہیں علم میں اضافہ کا موجب ہوتی ہیں اور دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے بعض کلمات دلوں میں ایک دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں اور ان تین چار دنوں کے پاکیزہ اجتماع میں اکثر دلوں کی کدورتیں ڈھل جاتی ہیں۔ جلسہ کے اختتام پر کئی دوستوں کی زبان سے یہ پاکیزہ کلمات سننے میں آئے ہیں کہ ان ایام میں روح کو تازگی ملی ہے اور سال بھر کے لئے روحانی غذا مہیا ہوئی ہے۔ خدمت دین کی توفیق صرف اس وقت ملتی ہے جب روح تازہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ روحانی حالت جو حضرت صاحب کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کے قریب کے زمانہ میں تھی ویسی تو ہونی محال ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی جماعت ان کیفیات سے ہرگز بیگانہ نہیں ہوئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ بغیر معقول عذر یا قومی موانع کے جلسہ پر نہ آنا اور خواتین اور بچوں کو ساتھ نہ لانا اپنے آپ کو اور انہیں بھی ایک بڑی نعمت سے محروم کرنا ہے اور یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی کسی دوسرے ذریعہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ میں ساری جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ جلسہ کو ''امر جامع'' سمجھیں اور نہایت پابندی اور اہتمام سے اس میں شامل ہوں۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جو مشکلات بھی جلسہ پر آنے کی راہ میں حائل ہوں انہیں دور فرمائے اور آپ کے سفر جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آپ اختیار کرنے والے ہیں آپ کے لئے آسان کردے اور اس کی معیت آپ کو ہمیشہ نصیب ہو۔ آمین۔ ثم آمین (جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء)

☆☆☆☆

امیر قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ

از: اعظم علویؔ

چمن زارِ اخوت کی بہارِ دِلستاں آؤ
جلو میں لے کے آثارِ حیات جاوداں آؤ
دِلوں میں گرمی ایمان و ایقاں کا تقاضا ہے
امیرِ قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ
چلے آؤ کہ پھر تازہ کریں اسلاف کی یادیں
لئے جوش و خروش بیکراں کی داستاں آؤ
یہاں آؤ کہ مِل جل کر سنواریں گُلشنِ دیں کو
طلسمِ رنگ و بُو میں بَن کے اِک روحِ رواں آؤ
تمہارے دم سے عظمت ہے حریم بزمِ ہستی کی
شعور و شوق کے بام ودر و دیوار و آستاں آؤ
تمہاری رہ گذر ہے منزلِ مقصود کی حامل
لئے جوشِ عمل تم کارواں در کارواں آؤ
نگاہیں اہلِ دُنیا کی تمہاری راہ تکتی ہیں
تقدّس کا نشاں بن کر سربزم جہاں آؤ
جنہیں صدق و صفا کی جستجو ہے ان سے کہہ دو
یہیں پر نور ہے ، نُورِ خُدا لینے یہاں آؤ

☆☆☆☆

مومن کی وسعت نظری

خطبہ جمعہ فرمودہ عامر عزیز الازھری مورخہ 7 اکتوبر 2011ء، بمقام جامع دارالسلام

میں نے ابھی آپ کے سامنے سورۃ آل عمران جو قرآن مجید کی تیسری سورۃ ہے اس کی تین آیات 190 سے 192 تک تلاوت کیں ہیں۔ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

ترجمہ:''یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشان ہے، جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں۔ہمارے رب تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اسے تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں''۔

ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو،مسلمانوں کو اور تمام مومنین کو کامیابی وفلاح حاصل کرنے کا طریقہ اور دین ودنیا میں کامیابی کا راستہ بیان کیا ہے۔اور یہ وہ آیات ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز تہجد میں خاص طور پڑھا کرتے تھے۔اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان آیات کو پڑھنا یقیناً بے مقصد نہیں ہوسکتا اس کی ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔اور وہ وجہ یہی ہے کہ ان آیات کو پڑھنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ ایک خاص وسعت عطا کرتا ہے۔یہی وسعت قلبی یا وسعت نظری ہے جو کہ کامیابی کی بنیاد ہے۔آپ کی نظر وسیع ہونی چاہیے،آپ کا قلب وسیع ہونا چاہیے اور آپ کی سوچ اور آپ کے نظریات وسیع ہونے چاہئیں۔مومن کی دو نشانیاں بیان کی ہیں یعنی زمین اور آسمان کے اندر مخلوق کی پیدائش پر غور وفکر کرنا، اس پر عقل سے کام لینا۔اگر آپ غور کریں کہ ایک انسان کی، ایک مومن کی سوچ کو کسی ایک ملک تک، کسی ایک خاص خطے تک محدود نہیں رکھا بلکہ کہا اس کا زمین اور آسمان کی وسعتوں سے تعلق ہوتا ہے اور اس کی سوچ زمین اور آسمان کی وسعتوں کی طرح ہونی چاہیے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وسیع وعریض پیدا کیا اور ان کی انتہاء کوئی ماپ نہیں سکتا اسی طرح مومن کی فکر،مومن کی سوچ بھی وسیع ہونی چاہیے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عمومی اور مومنین کو خاص طور پر یہ کہا کہ وہ آسمانوں کے راز کو جاننے کی کوشش کریں، آسمانوں کے اسرار کھولنے کی کوشش کریں کیونکہ یہی کامیابی کی دلیل ہوگی جس کی وجہ سے آپ ایک کامیاب قوم یا آپ ایک کامیاب امت بن سکیں گے۔اگر آپ نے اپنی نظر کو بہت محدود کرلیا، اور آپ نے تنگ نظری کا مظاہرہ کیا تو آپ کامیاب نہیں ہوسکتے۔قرآن مجید میں آتا ہے کہ''وہ وقت آئے گا جب آسمان کی کھال اتار لی جائے گی''وہ آسمان کی کھال اتارنا کیا ہے یہی جو آج کل ہمیں نظر آتا ہے کہ سائنسدانوں نے اس حد تک تحقیق کرلی کہ آسمان میں کیا ہے، اور کونسے سیارے ہیں، ان سیاروں پر زندگی ڈھونڈنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ ایک مسلمان کا کام ہے۔اور جب تک مسلمانوں نے قرآن مجید سے روشنی حاصل کی وہ یہ کام کرتے رہے۔اگر آپ اس صدی میں چلے جائیں جب مسلمانوں میں بڑے بڑے سائنسدان پیدا ہوئے۔آج مسلمانوں کے زوال کی بنیادی وجہ یہ بنی ہے کہ ہم نے اس وسعت نظری کو چھوڑ دیا اور تنگ نظری کی طرف آ گئے جس کی وجہ سے ہمیں آج ان مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اور پھر کہا''دن اور رات کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں''یہاں آپ دیکھیں تو دن اور رات میں اللہ تعالیٰ نے میزان قائم کیا ہوا ہے کہ رات ہے اور اس کے بعد دن اور دن کے بعد پھر رات آتی ہے۔اگر صرف رات

ہی رات ہوتو زندگی معدوم ہوجاتی، اگر خالی دن ہی دن ہوتو تب بھی انسانوں کی زندگی مشکل ہوجاتی۔ اللہ تعالیٰ نے میزان قائم کردیا اس کائنات کو بنانے میں اور اس کے اختلاف میں لیکن اگر آپ دن اور رات کے اختلاف کو دیکھیں تو اس سے مراد دراصل وہ گذرے ہوئے ایام ہیں جن کی وجہ سے یا تو قومیں عروج پر پہنچ گئیں یا ان پر زوال آیا۔ یہاں پر مومنین کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ تاریخ کو دیکھو کہ کیوں قومیں ترقی کر گئیں اور کیوں وہ زوال پذیر ہوئیں۔ دونوں کی وجوہات کو دیکھو اور اس کے بعد اگر آپ کو یہ علم ہوجائے کہ قومیں کیوں زوال پذیر ہوئیں۔ ان کے زوال کے اسباب کیا تھے تو آپ ان اسباب سے بچ جائیں تو ترقی کر جائیں گے۔ اور اگر آپ یہ دیکھ لیں کہ قومیں کامیاب کیسے ہوئیں تو بھی آپ کامیاب ہوجائیں گے۔ کیونکہ انسان ہمیشہ اپنے ماضی سے سیکھتا ہے غلطیوں سے سیکھتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کہا کہ ''اس کو کمزور پیدا کیا گیا''۔ کیونکہ انسان سے غلطی سرزد ہوتی ہے تو وہ اس سے سیکھتا ہے۔ یہاں کہا کہ قوموں کی زندگی کو دیکھو وہ تہذیبیں جو تم سے پہلے گذر گئیں، بڑے بڑے لوگ گذر گئے۔ اسکندر اعظم اور باقی جو لوگ پہلے گذر گئے انہوں نے ترقی کیسے کی اور ان پر زوال کیوں آیا اس کو اگر سمجھ لو گے تو تم ترقی کر جاؤ گے اور کامیاب قوم کی علامت بن جاؤ گے اور اپنی قوم کو اپنے معاشرے کو اپنے تہذیب کو مضبوط کردو گے۔ اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو پھر تم ناکامی کی طرف چلے جاؤ گے۔ آپ دیکھیں تو مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگوں نے اپنے ماضی سے نہیں سیکھا۔ ٹیلی ویژن دیکھیں تو وہاں پر بحث ہورہی ہوتی ہے کہ پاکستان کی موجودہ صورت حال کی وجوہات کیا ہیں امت مسلمہ کے زوال کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا، خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کو چھوڑ دیا، اس پر غور و فکر کرنا چھوڑ دیا، اس کے مطابق اپنی زندگی کو نہ ڈھالا۔ یہ وہ سارے اسباب ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں پر اور اس امت پر زوال آیا۔ آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی اگر ہم قرآن کو ماننے والے ہوتے اور اس پر عمل کرنے والے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے ہوتے۔

پھر اگلی آیت میں دوسری دو نشانیاں مومنین کی یہ بتائیں کہ ''وہ لوگ جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے ہیں''۔ یعنی وہ ہر حال میں ہر وقت اللہ کو یاد کرنے والے ہیں یعنی ان کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا زبان سے قلب سے اور اپنے تمام اعضاء سے ہے کہ آپ اپنی زبان سے بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں، اپنے قلب سے بھی اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ جس وقت جہاں بھی ہوتے ہیں خواہ آپ اس وقت اپنے کاموں میں مصروف ہوں، اپنا بزنس کر رہے ہوں، آپ اپنی نوکری کر رہے ہوں لیکن آپ اللہ کو وہاں بھی یاد کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کو یاد کرنا اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ حدید میں فرمایا کہ ''اور وہ ہر کہیں ہے تم جہاں ہو گے وہ تمہارے ساتھ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا تصور یہ نہیں ہے کہ وہ صرف چند لمحوں کے لئے تمہارے ساتھ ہوگا جس وقت تم عبادت کی حالت میں ہو بلکہ یہ کہا کہ تمہاری زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کے احکامات کی پیروی میں گذرے۔ اپنے اندر ایک توازن قائم کرتے ہوئے تم اپنی زندگی گذارو گے تو وہ تمہارے پاس ہوگا۔ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد یہ نہیں کہ صرف چند لمحوں کیلئے وہ چند الفاظ منہ سے نکالے اور اسے ذکر اللہ سمجھے اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو۔

اسی طرح مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ جب مشکل یا مصیبت میں پھنس جائیں تو یہ آیت ہر وقت پڑھا کریں کہ ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو'' وہ خدا اس مشکل سے تمہیں نکالے گا جس میں تم ہوگے۔

تو یہاں پہلے کہا کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ہر حال میں۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ مخلوق، آسمانوں اور زمین میں فکر کرتے ہیں۔ یعنی یہاں پر عبادت اور دنیا کے علم کو حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے برابر قرار دیا۔ ایک سطح میں دونوں کو رکھا کہ اللہ کی عبادت اور دنیا میں رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی زمین و آسمان کی مخلوقات پر غور و فکر کرنا اور اس غور و فکر کے نتیجے میں نئے سے نئے علوم کا حاصل کرنا، نئی سے نئی ایجادات کرنا یہ انسان کا فرض ہے۔ یہ کہا کہ وہ آسمانوں میں غور کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو کیسے پیدا کیا اور اس غور کے نتیجے میں اس فکر کے نتیجے میں ایک نئی چیز دنیا میں لے آتے ہیں جس میں انسانوں کے لئے فائدہ ہو۔ زراعت کا سامان یہ کسی غور و فکر کا نتیجہ ہے، یہ نہ ہوتا تو انسان آج کتنی مشکلات اور تکالیف میں ہوتا۔ ایک

چھوٹے سے موبائل کو دیکھ لیں آج نہ ہوتا تو زندگی کتنی مشکلات میں ہوتی۔ یہی وہ غور وفکر ہے جو دنیا میں تبدیلی لاتا ہے اور یہی وہ غور وفکر ہے جو انسانوں کو ایک نئی ترقی کے راستے پر ڈالتا ہے۔ قوموں کی ترقی کا راز اسی غور وفکر میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں یعنی علم اور اللہ کے ذکر کو ایک جگہ اکٹھے کر کے کہا کہ اس میں آپ نے میزان قائم کرنا ہے کیونکہ کوئی بھی چیز بغیر میزان کے نہیں رہ سکتی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہیں تمہارے نفسوں کے اندر بھی نشان دکھاتے ہیں، ہم تمہیں تمہاری اندر جانوں میں بھی نشان دکھاتے ہیں۔ اگر آپ کا بلڈ پریشر تھوڑا سا اوپر نیچے ہو جائے تو آپ ایک دم بیمار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ باقی جسم میں ایک میزان دیکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو ایک بیلنس میں رکھا ہے۔ ذہنی توازن کو آپ دیکھ لیں معمولی سے فرق انسان کی زندگی بدل جاتی ہے، کائنات بدل جاتی ہے۔ جب توازن ختم ہو جائے گا تو اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی توازن قائم کیا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے روحانیت میں بھی توازن رکھا ہے یعنی یہاں پر سیکھنے کی بات یہ ہے کہ عیسائیت پر ایک وقت تھا کہ جب انہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور مذہب کو ایسے اختیار کر لیا کہ رہبانیت کی طرف چلے گئے۔ اب اگر ہم دیکھیں تو انہوں نے مذہب کو بالکل چھوڑ دیا اور روحانیت کو اپنی زندگی سے نکال دیا اور دنیاوی ترقی کو حاصل کر لیا تو توازن ختم ہو گیا۔ اور اس طرح ان کی سوسائٹی میں بھی مشکلات ہیں، ان کے بھی بہت سارے مسائل ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں اور اس کتاب کی صورت میں کہا کہ تم اپنی زندگیوں میں ایک بیلنس قائم کرو کیونکہ جونہی اس میں بگاڑ پیدا ہو گا تو زندگی ڈگر سے ہٹ جائے گی۔

ہمارے ہاں کیا ہوا آپ پاکستان کی مثال لے لیں کہ کسی کام میں توازن ہے ہی نہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انسان جب خدا تعالیٰ کی عبادت خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی جو مخلوق میں ایک توازن قائم کریں گے تو پھر پتہ چلے گا کہ کوئی چیز بے فائدہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ بچھو کے ڈنگ سے بھی آج کل کے ڈاکٹر کینسر کی بیماری کا علاج ڈھونڈ رہے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: اور ہم نے تمہارے کتاب لیے اتاری اور ایک میزان قائم کیا'' یہ نہیں ہے کہ یہ ترازو ہے بلکہ یہ کہ اس کتاب کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ معاشرے کے اندر ایک میزان قائم کرنا چاہتا ہے۔ اپنے دین کو بھی اسی طریقے سے سنواریں جس طرح وہ اپنی دنیا کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی آخرت کو بھی اسی طرح سے سنواریں جس طرح سے وہ اس دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں دونوں کو برابر رکھیں۔

اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے جب یہ جماعت بنائی تو اس کا بنیادی کام یہ بیان کیا کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' یعنی میں دونوں کو ساتھ لے کر چلوں گا، دین پر غور وفکر کرو اور ساتھ ہی ساتھ اس دنیا کی خدمت میں بھی اپنا حصہ ڈالو۔ دنیاوی ترقی بھی اتنی ہی ضروری ہے دونوں کو ساتھ لے کر چلیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ کہا وہاں قرآن مجید میں سورۃ انبیاء میں فرمایا کہ اور ''ہم میزان قائم کریں گے قیامت کے دن اور کسی نفس پر کوئی ظلم نہیں ہو گا'' یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی میزان قائم کرے گا۔ یعنی ہر ایک انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ اس کے اعمال کے مطابق دیا جائے گا اور دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا کہ اگر آپ برا کام کرتے ہیں کہ تو آپ کو اس کی سزا ملتی ہے اور اگر کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو آپ کو ترقی ملتی ہے۔ جس طرح دنیا میں توازن قائم کیا ہوا ہے اس طرح قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے توازن قائم کیا ہوا ہے اور یہی وہ ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے آپ ترقی کر سکتے ہیں۔ آپ کے ہر عمل میں اعتدال ہونا چاہیے۔

خدا تعالیٰ نے خرچ کرنے کا بھی جہاں ذکر کیا کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف سے نہیں گذرتے اور نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں۔ کہا اس کے درمیان رہنے والے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اس جماعت کا جو مقصد بتایا ہے کہ لوگوں کے اندر بھی میزان قائم کریں اور خود اپنی زندگی عدل سے گذاریں۔ یہ جماعت دنیاوی علم میں بھی آگے بڑھے۔ اور وہ اپنی اپنی فیلڈ میں ماہر ترین لوگ ہونے چاہئیں اور دین کے علوم کو حاصل کرنے والے بھی بنیں۔

اور پھر آگے کہا کہ ''اے اللہ تو پاک ہے پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا'' قرآن مجید میں بہت جگہ آگ سے بچنے کی دعا کی گئی ہے۔ آگ کا عذاب قیامت کی نشانی ہے۔ جب میزان قائم ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا رکھی ہے۔ لیکن آگ جلانے کا کام کرتی ہے۔ اس لئے دنیا میں بھی آگ اپنے لئے پیدا

کی جاتی ہے۔ یہ جو دہشت گردی کی آگ ہے یہ بھی ہم نے خود اپنے ہاتھ سے اپنے لئے پیدا کی ہے۔ اور اس آگ میں ہم سب جل رہے ہیں۔ خواہ کوئی بھی انسان مر جائے وہ مسلم ہو یا نان مسلم ایک انسان مرجاتا ہے تو کہا کہ اے اللہ تو ہمیں اس آگ کے عذاب سے بھی بچا۔ اس دہشت گردی کی آگ، دولت، لالچ، حرص اور گناہ کی آگ سے بھی بچا۔

آگے کہا ''اے ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کر دے اسے یقیناً تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' یہاں پر آگ میں ڈالنا وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں کہا کہ سزا صرف ظالموں کے لئے ہے اور سزا مجرمین کے لئے ہے باقی لوگوں کے لئے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ سارے یورپ کو تباہ کر دیتا سارے غیر مسلموں کو تباہ کر دیتا۔ کہا جو مجرم ہوں گے جو جرائم کی زندگی اختیار کرنے والے ہوں گے خواہ وہ مسلمانوں میں ہوں خواہ وہ غیر مسلموں میں سے ہوں ان کے لئے کوئی معافی نہیں۔

اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق دنیا میں بھی ترقی کریں اور دنیاوی علوم جہاں حاصل کریں وہاں اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے ذہنوں میں رکھیں۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور وفکر کریں وہاں ہمیں اپنے نفسوں کے اندر بھی غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہمارے اندر بھی توازن ہے یا نہیں اور ہم بھی تو ان ظالمین میں سے نہیں ہو گئے۔ کیونکہ ہم نہیں سوچ رہے ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم زمین کی پاتال میں بھی چلے جاؤ تو خدا تمہیں وہاں دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگیوں کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے دورہ جات

ماہِ رواں میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے ''**فیصل آباد اور سانگلہ ہل جماعت**'' کا دورہ کیا۔ جو بہت کامیاب رہا۔

ان دورہ جات کا آغاز فیصل آباد سے کیا گیا جہاں جماعت کی طرف سے قائم کردہ (مبلغ) جناب مبارک احمد صاحب نے ہمارا استقبال کیا۔ وفد نے انہیں اپنے دورہ کرنے کا مقصد بیان کیا گیا۔ جناب مبارک احمد صاحب نے تمام شبان الاحمدیہ مرکزیہ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے فیصل آباد جماعت کا دورہ کیا۔ اور سالانہ دعائیہ پر آنے کا وعدہ کیا۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے (مبلغ) جناب مبارک احمد صاحب کے ساتھ مل کر ''**میاں مسعود احمد صاحب**'' جو حال ہی میں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ان کے اہل خانہ سے تعزیت اور ان کے جنت میں بلند درجات کے لئے دعا کی۔

فیصل آباد دورہ مکمل کرنے کے بعد وفد سانگلہ ہل جماعت کی طرف روانہ ہوا جہاں پر ملک ناصر احمد صاحب جو کہ کافی عرصہ سے علیل ہیں ان سے ملاقات کی اور ان کی صحت یابی کے لئے دعا کی۔

محترم ملک ناصر احمد صاحب جو کہ نہایت ہی مخلص احمدی ہیں انہوں نے اپنی بیماری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وفد کا استقبال کیا اور کافی خوشگوار ماحول میں بات چیت کی اور وعدہ کیا کہ اگر اللہ نے توفیق دی تو سالانہ دعائیہ میں ضرور تشریف لائیں گے۔

سانگلہ ہل جماعت نے بھی تمام وفد کا بہت شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے ٹائم نکال کر ہمارے شہر کا دورہ کیا اور ہمیں یاد رکھا۔

☆☆☆☆

ازقلم محترم نصیر احمد فاروقی، لاہور

سالانہ جلسہ آرہا ہے۔ کیا آپ بھی آرہے ہیں؟

ترجمہ: ''(مومنو) رسول کے بلانے کو آپس میں ایسا نہ بناؤ جیسا تمہارا ایک دوسرے کو بلانا ہے۔ اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر نکل جاتے ہیں۔ پس جو لوگ اس کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ ڈریں کہ وہ آزمائش میں نہ پڑ جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔ سن لو کہ اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو۔ اور جس دن وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں اس کی خبر دے گا جو وہ کرتے تھے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے'' (النور ۲۴۔ آیات ۶۳، ۶۴)

کیا خوش نصیب تھے وہ لوگ جن میں اللہ کا رسول موجود تھا اور جب وہ انہیں بلاتا تھا تو کیا دیوانہ وار وہ دوڑتے آتے تھے۔ یہاں تک کہ جنگ احد میں جب کچھ تیراندازوں کی اللہ کے رسولؐ کی حکم عدولی سے کفار نے مورچہ خالی دیکھ کر مسلمانوں کے (جو فتح کے بعد قیدی پکڑنے اور مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے) عقب سے حملہ کر دیا تو ان میں پریشانی پھیل گئی اور بعضوں کے پیر اکھڑ گئے تو اس حالت میں بھی جب اللہ کا رسولؐ جو پہاڑ کی طرح مضبوط تھا جب اس نے چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی **الی عباد اللہ انا رسول اللہ** ''اے اللہ کے بندو میری طرف آجاؤ میں اللہ کا رسول ہوں'' (اور اس لئے میری پکار اللہ کی پکار ہے۔ کیونکہ حضورؐ کا کوئی دینی یا قومی حکم اللہ تعالیٰ کی وحی خفی کے سوا نہ ہوتا تھا) تو مسلمان الٹے پیر رسول اللہ صلعم کی طرف دوڑے۔ حالانکہ اس میں دوبارہ دشمن کے (جو تعداد میں چار گنا تھا اور اب اس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے) نرغہ میں پھنس جانا تھا۔ مگر رسولؐ کی آواز کافی تھی کہ وہ اپنی جان تک کا خطرہ مول لے کر حضورؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

کمزور لوگ

مسلمانوں کا یہی حال ہر موقعہ پر تھا خواہ وہ جنگ میں ہو یا امن میں۔ مگر ان میں دو قسم کے کمزور لوگ بھی تھے۔ اول تو وہ منافقین جو ارادۃً مسلمانوں میں اپنے وقتی مفاد کی خاطر مل گئے تھے۔ اور یا گنتی کے چند لوگ جن کا ایمان اور عمل ابھی ایسا پختہ نہ ہوا تھا کہ بار بار کے امتحانوں میں وہ پورا اترے اور غزوہ تبوک کے موقعہ پر انہوں نے رسولؐ کے بلانے کی پرواہ نہ کی۔ تو غزوہ تبوک سے واپسی پر پچاس دن تک ان کا بائیکاٹ کیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرما کر انہیں معاف کر دیا۔

رسولوں کے بلانے کی پرواہ نہ کرنے والے اگر اس دنیا میں کسی فتنہ میں اللہ کی طرف سے نہ ڈالے جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ آ پکڑے جیسا کہ آیات مذکورہ بالا میں وعید ہے تو بھی آخرت میں ان کی جواب دہی کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد جگہ ہے مثلاً سورت القصص کی آیات ۶۵، ۶۶ میں فرمایا ''اور جس دن اللہ انہیں بلوائے گا اور کہے گا کہ تم نے رسولوں کے بلانے کا کیا جواب دیا تو اس دن عذر بہانے انہیں نہ سوجھیں گے اور نہ وہ اس دن ایک دوسرے سے پوچھ (کر جواب دے) سکیں گے۔''

انمول نعمتیں

اللہ کا رسول اگر لوگوں کو بلاتا ہے تو ان امور کے لئے جن میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت مل سکتی ہے اور انسان اس کے عذاب سے بچ سکتا ہے (الاحقاف ۳۱) اور انسان کو روحانی زندگی ملتی ہے جیسا کہ فرمایا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب وہ (رسول) تمہیں اس بات کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ اور جان لو کہ اللہ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور یہ کہ تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے'' (الانفال آیات ۲۴۔۲۵)۔ اس کی اگلی آیت ہے ''اور اپنے آپ کو بچا لو اس عظیم الشان فتنہ سے جو صرف ان لوگوں پر ہی نہیں آ سکتا جو تم میں سے ظالم ہیں اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں سخت ہے''۔

خلاصہ

ان دل ہلا دینے والی آیات میں مندرجہ ذیل اہم امور سمجھائے ہیں۔

۱۔ اللہ اور اس کا رسول ایک ہیں۔ سو جب رسول بلائے تو وہ اللہ کا بھی بلانا ہے۔

۲۔ اس لئے رسول کے بلانے پر آجایا کرو خصوصاً اس لئے کہ رسول تمہیں اس بات کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے گی (ظاہر ہے کہ یہ روحانی زندگی ہے جو اگر انسان پالے تو پھر مرنے کے بعد بھی وہ فوراً زندہ ہوجاتا ہے)۔

۳۔ جان لو کہ اللہ تمہارے اور تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہے۔ اس لئے اگر وہ ایک طرف تمہارے عمل کو دیکھتا ہے تو دوسری طرف وہ تمہارے دل کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ اس لئے عذر بہانے رسول کے سامنے کر بھی لو تو اللہ سے تم اصل بات نہیں چھپا سکتے خواہ وہ تمہارے دل کی ایمانی کمزوری ہو یا کوئی اور وجہ ہو۔

۴۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر تم جمع نہ ہوگئے تو ایک دن اللہ کے سامنے پکڑے ہوئے جمع ہوگے۔

۵۔ وہ تو آخرت میں ہوگا مگر اس دنیا میں بھی تم پر عظیم الشان فتنہ اللہ تعالیٰ بھیج سکتا ہے۔ اور اس فتنہ میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس سکتا ہے۔ یعنی ساری قوم پر وہ فتنہ آسکتا ہے خواہ اس میں سے کچھ ایسے بھی ہوں جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم نہ کیا ہو۔

۶۔ اور جان لو کہ ''دیر گیر وسخت گیرد'' یعنی اللہ بہت مہلت اور ڈھیل دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو وہ سخت پکڑ ہوتی ہے۔

غزوہ احد میں قصور تو ۳۹ تیر اندازوں کا تھا مگر آفت ساری جماعت پر آگئی۔ اور ایسی مصیبت کا گناہ ان تھوڑے لوگوں کے نامہ اعمال میں جا پڑتا ہے جن کی کمزوری سے وہ مصیبت آئی۔ مومنوں کو جنھوں نے کمزوری نہ دکھائی تھی اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا جیسا کہ اسی واقعہ کے ذکر میں فرمایا ہے

رسول کیوں بلاتا ہے؟

اب میں سورۃ النور کی ان آیات کی طرف دوبارہ آتا ہوں جو اس مضمون کے شروع میں درج ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل باتیں فرمائیں ہیں:

۱۔ رسول کا بلانا تمہارے آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہیں کیونکہ رسول کا بلانا اللہ تعالیٰ کی وحی خفی سے ہوتا ہے اور وہ ضروری قومی کاموں کے لئے ہوتا ہے جنہیں انفرادی یا ذاتی کاموں پر فوقیت ہوتی ہے، خواہ وہ قومی کام دینی نوعیت کے ہوں یا دنیاوی، دوئم وہ تمہاری اخلاقی اور روحانی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں جو بھلائی کہ ابدی رہنے والی ہے بہ نسبت دنیاوی بھلائی کے جو عارضی ہوتی ہے نہ صرف اس لئے کہ وہ آ کر چلی بھی جاتی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ آج نہیں تو کل تمہاری موت پر ختم ہوجائے گی۔ اس کے برعکس اخلاقی اور روحانی بھلائی انسان کے لئے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحم کو لاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی، اور دنیا میں دل کی جنت وخوشی اور آخرت میں ظاہری جنت میں انسان کو لے جاتی ہے۔

۲۔ اور رسول کے بلانے پر جمع ہونے کے بعد تم اس کی آنکھ بچا کر کھسک جاؤ تو رسول کو نہ بھی پتہ لگے تو اللہ تعالیٰ تو اسے ضرور جانتا ہے۔ اور پکڑے والا یا سزا دینے والا رسول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جو تم پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

۳۔ سو جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں (خواہ نہ آ کر یا آ کر کھسک جا کر یا پھر کسی اور رنگ میں حکم عدولی کر کے) تو انہیں ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جس کی منشاء سے رسول نے بلایا تھا انہیں کسی آزمائش میں نہ ڈال دے یا کوئی دردناک عذاب میں مبتلا نہ کردے۔

۴۔ یہ بھی جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی ہے۔ یہاں ''آسمانوں'' سے مراد ظاہری آسمان ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ کھربہا کھرب میلوں بلکہ ان گنت فاصلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس زمین کے کسی انسان کا ان آسمانوں سے کوئی واسطہ نہیں نہ ہی وہ ان سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے۔ جیسا کہ میں بار بار واضح کر چکا ہوں ''آسمانوں'' کا لفظ قرآن حکیم میں اکثر جگہ انسان کی مرنے کے بعد کی زندگی کے آسمانوں کے لئے آتا ہے جن میں انسان نے مرنے کے بعد روحانی ترقی کرتے ہوئے جانا ہے۔ ان آسمانوں کی تمام نعمتوں سے ہر انسان کو فائدہ پہنچے گا اگر وہ ان خوش نصیبوں میں سے ہوا جو مغفرت یا معافی پا کر ان میں داخل ہوں گے۔

۵۔ بہرحال اس زمین میں بھی جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہی ہے کیونکہ انسان تو اس دنیا میں اپنی ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آتا ہے اور قبر میں خالی ہاتھ جالیٹتا ہے اور اس زمین کی جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ بخشش سے ہی اسے ملتی ہے ورنہ ہر شخص مالدار ہوجاتا یا بادشاہ بن جاتا یا کبھی نہ بگڑنے والی صحت کا مالک ہوجاتا؟ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ اس کی قابلیت یا اس کی محنت سے ہی صرف وہ دنیا کی نعمتیں پاتا ہے کیونکہ قابل سے قابل لوگ بھوکے یا غریب رہتے ہیں جبکہ معمولی قابلیت اور معمولی عقل والے لوگ بعض وقت عیش وعشرت میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح محنت کے باوجود ایک مزدور کیا کماتا ہے؟ یا ایک فلاسفر کیا کماتا ہے؟ اور بعض لوگ سونا کا چمچہ منہ میں لئے پیدا ہوتے ہیں اور مزدور سے کم محنت کر کے لاکھوں کروڑوں کما لیتے ہیں۔ اس

لئے رزق کی تقسیم اس دنیا میں بھی اللہ کی ہی ہے۔

۶۔ تو زمین کی نعمتوں کو چاہتے ہو یا مرنے کے بعد اگلی زندگیوں کو ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو تو ان کے مالک کی مرضی کے خلاف چلو گے یا اسے ناراض کرو گے تو گھاٹے میں کون رہے گا؟ تم خود۔

۷۔ یہ بھی سن لو کہ اللہ جانتا ہے جس حالت میں کہ تم اس دنیا میں ہو۔ اس لئے اگر دنیا میں ہی تم کو پکڑ لے تو بعید نہیں۔

۸۔ بہر حال مرنے کے بعد تم اس کے آگے لائے جاؤ گے۔ تو وہ تمہیں اس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔ تب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمہیں دیکھ رہا تھا اور تم کو جوابدہی کرنا ہو گی۔

۹۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے خواہ وہ تمہارے مخفی عمل ہوں یا دل کی نیت یا تمہارے مخفی عیب۔ تو اس کی پکڑ سے تم عذر بہانے کر کے بچ نہ سکو گے اگرچہ تمہارے عذر بہانے اس دنیا میں اوروں کے آگے چل بھی جائیں۔

رسول کے معنی

اللہ تعالیٰ کے اس تفصیلی وعید کے بعد مجھے کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ ''رسول'' کے لفظ میں رسول اللہ صلعم کے خلفاء مثلاً مجدد دین بھی آجاتے ہیں اور لغت میں ''رسول'' کسی پیغامبر یا بھیجے ہوئے کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان آیات میں لفظ ''رسول'' سے مراد صرف رسول اللہ صلعم ہی ہوتے ہیں تو حضورؐ کی وفات کے بعد بھی ان آیات کو روزِ قیامت تک قرآن حکیم میں رکھنے کے کیا معنی ہیں؟

حضرت اقدس نے بھی وہی الفاظ استعمال فرمائے جو ان آیات مبارکہ میں ہیں کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح نہ سمجھو بلکہ یہ مشیت الٰہی سے جماعت کو روحانی زندگی بخشنے کے لئے مقرر رہوا ہے۔ میں اپنی ساری عمر میں صرف دو دفعہ ان مبارک جلسوں سے محروم ہوا کیونکہ والد مرحوم مجھے میرے بچپن سے اپنے ساتھ جلسہ سالانہ پر لاتے تھے۔ ایک تو جب میں ولایت میں طالب علم تھا اور دوسرے وہ جلسہ تھا جو بجائے دسمبر کے آخیر کے ایسٹر کی تعطیلات میں ایک دفعہ منعقد ہوا تھا۔ اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جب میں شامل نہ ہوا تو میں نے اپنے اندر روحانی موت کو دیکھا اور روحانی احیاء ہی ان جلسوں کا مقصد ہے جیسا کہ سورۃ انفال کی آیت ۲۴ میں فرمایا ہے کہ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب وہ (رسول) تمہیں بلاتا ہے تا کہ وہ تمہیں زندگی بخشے''

اپیل

میرے عزیز بھائیو اور بہنو اوپر کی باتوں کو ایک دفعہ پھر پڑھو اور میرے سوال کا جواب دو ''سالانہ جلسہ آ رہا ہے کیا آپ بھی آ رہے ہیں''؟ کیا ہمارے عذر کہ دفتر میں چھٹی نہ تھی اللہ تعالیٰ کو قابل قبول ہوں گے جبکہ ہم اپنے ذاتی کام کاج کے لئے چھٹی لے لیتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر جیسا کہ متذکرہ بالا آیات میں وعید ہے اللہ تعالیٰ کسی فتنہ میں ڈال دے مثلاً بیماری میں تو کیا ہم چھٹی نہ لیں گے؟ اس سے بہت لمبی خواہ وہ بلا تنخواہ تک ہو۔ بزنس والے کہتے ہیں کہ تجارت تو کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو انتظار کر لیتی ہے؟ یا وہ ملک سے باہر جائیں جو کہ ہفتوں بلکہ مہینوں کے لئے ہوتا ہے تو اپنے کام کاج کی نگہداشت کے لئے کسی اور کو مقرر کر کے نہیں جاتے؟ تو کیا ان تین چار دن کے لئے نہیں کر سکتے؟ زمیندار بھائیوں کے پاس تو کوئی ایسا عذر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو یہ فصل بونے کے دن ہیں نہ کاٹنے کے۔

باقی رہے وہ بھائی بہن جو سفر خرچ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تو حضرت اقدس نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مقصد کے لئے سال بھر تھوڑی بہت بچت کر کے زادِ سفر مہیا کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے اور بھی آسان طریق اس دفعہ اپنی مہربانی سے پیدا کر دیا ہے اور وہ یہ کہ ہر جماعت کے سیکرٹری صاحب کو اب تک انجمن سے اطلاع پہنچ چکی ہو گی کہ جو نادار بھائی بہن سفر خرچ کو بوجھ نہ اٹھا سکتے ہوں تو انجمن اس کا بوجھ کو اٹھا لے گی۔

تو سوائے ان بھائی بہنوں کے جو اس قدر علیل ہیں کہ سفر نہیں کر سکتے، ہم میں سے اوروں کا عذر اللہ تعالیٰ کے آگے کیا ہو گا؟

اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد بھی یاد رکھیں۔ ''اور عہد کے متعلق بھی تم سے محاسبہ ہو گا'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن سرخرو کرے اور اس دنیا میں بھی ہماری شامتِ اعمال کی وجہ سے ہمیں فتنوں میں نہ ڈالے۔ آمین۔

(پیغام صلح 24 نومبر 1982ء)

☆☆☆☆

حضرت مولانا صدرالدین مرحوم کی پہلی برسی کے موقع پر

مکرم سید ناصر احمد صاحب کی تقریر

خواتین وحضرات! احمدیہ بلڈنگس میں بچپن سے اب تک رہنے کے حوالے سے چند ذاتی تاثرات اس وقت حضرت مولانا صدرالدین مرحوم کی برسی کے موقع پر بطور عقیدت پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ 15 نومبر کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک مدت تک ہم ان کی تقاریر اور خطبات اس مسجد میں سنتے رہے۔ ہم ان کے وجود کو احمدیہ بلڈنگس میں یوں محسوس کرتے تھے جیسے کوئی شفیق باپ اپنے خاندان کے افراد کی مشفقانہ سرپرستی کرتا ہو۔ ان کی پر اثر شخصیت، خوداعتمادی، حوصلہ اور شجاعت پوری جماعت کے لئے بالعموم اور احمدیہ بلڈنگس کے مکینوں کے لئے بالخصوص بڑی ڈھارس کا موجب تھی۔ مختلف نازک اور پرخطر موقعوں پر ہم ان کے ایمان اور حوصلہ سے اپنی ہمتوں کو سنوارتے اور مشکلات کو برداشت کرنے کی توفیق پاتے۔ ان کی نفاست پسندی، نیکی، پاکیزگی، شگفتہ مزاجی اور دین سے لگاؤ، ہمیں نیک زندگی گذارنے کے لئے ایک نئی امنگ اور شوق بخشتا۔ مولانا مرحوم حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے فیض یافتہ تھے جن کے رخصت ہونے سے تحریک احمدیہ لاہور کے سنہرے دور کی ایک نشانی رخصت ہوئی۔ احمدیہ بلڈنگس ایک ایسے بزرگ سے محروم ہو گیا جو اس کی عظمت رفتہ کا ایک نشان تھا۔ خداوند کے حضور، دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت مولانا مرحوم پر اپنی رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے۔ اور انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

اے خدا برتربتِ او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

خواتین وحضرات! مولانا مرحوم نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے۔ ان کا طرز بیان نہایت سادہ لیکن دلکش اور پُر اثر ہوتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلامی تاریخ کے واقعات کو اس طریق پر بیان کرتے کہ واقعات ذہنوں میں محفوظ ہو جاتے۔ اپنی تقاریر اور خطبوں میں ہر جملہ اور ہر دلیل اس یقین اور خوداعتمادی سے بیان کرتے کہ سننے والے پر دیر تک اس کا اثر رہتا۔ وہ اکثر اپنے خطبوں میں خداخوفی کی زندگی گذارنے پر بہت زور دیتے تھے۔ آج بھی ان کے ادا کئے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ اتقوا اللہ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان میں کافی کمزوری آ چکی تھی اور مولانا مرحوم اوپر کی منزل سے نیچے نماز کے لئے مسجد میں نہ آ سکتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی ان کی آواز میں ہمیشہ جیسی تمکنت، ہمت اور عزم موجود تھا۔ کچھ سالوں کی بات ہے تربیتی کورس کے لئے نوجوان مختلف جماعتوں سے مرکز میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ نوجوانوں کا حضرت مولانا سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ اس پروگرام کا انتظام محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کیا تھا۔ چنانچہ سب نوجوانوں کے ہمراہ وہ خود بھی تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ شاید کمزوری کے باعث حضرت مولانا نوجوانوں سے کچھ خطاب نہ کر سکیں گے اس لئے انہوں نے کہا کہ مولانا نوجوانوں کے لئے دعا فرما دیں۔ ڈاکٹر صاحب کی توقع کے خلاف حضرت مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔ ''ٹھہریئے''، ہم سب یک لخت حضرت مولانا کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ:

''وہ جہاں بھی ہوں جس کام میں مصروف ہوں، ملک میں ہوں یا ملک سے باہر ہوں تعلیم حاصل کر رہے ہوں یا تجارت کرتے ہوں اپنی زندگی کو خدا سے ڈر کر گذاریں کیونکہ یہی اسلام ہے اور اس میں کامیاب زندگی کا راز مضمر ہے''۔

حضرت مولانا نے چند منٹ تک اسی قسم کی نوجوانوں کو نصیحتیں فرمائیں اور پھر دعا۔ اس کے بعد سفید ڈھیری، ضلع پشاور کے ایک احمدی نوجوان جو انجینئرنگ کے طالب علم تھے انہوں نے حضرت مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت مولانا نے باقاعدہ ان کی بیعت لی اور ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی اور شاید یہ آخری

بیعت تھی جو حضرت مولانا نے لی۔ غرضیکہ حضرت مولانا آخری دم تک نیکی اور ہمت کا نمونہ تھے جس کی یادیں دیر تک دلوں میں نیکی کی تحریک کا باعث بنتی رہیں گی۔

تحریک احمدیہ لاہور کی ترقی میں حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کا حصہ اہمیت کے لحاظ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ انگریزی اخبار لائٹ کا اجراء ہو یا پیغام صلح کا ابتدائی دور انجمن کے تعلیمی میدان میں کارہائے نمایاں ہوں یا انگریزی ترجمتہ القرآن کے پہلے ایڈیشن کی انگلستان میں طباعت واشاعت، ووکنگ مسلم مشن کی اسلامی خدمات ہوں یا ماہنامہ اسلامک ریویو کی ادارت، جرمن مسلم مشن کا قیام ہو یا برلن مسجد کی تعمیر، انجمن کے لئے زرعی زمینوں کا معاملہ ہو یا احمدیہ بلڈنگس میں مارکیٹوں کی تعمیر، غرضیکہ ہر ایک کام میں حضرت مولانا کی ہمت، استقلال، قوتِ ایمانی، شجاعت، اسلام کے لئے محبت اور آنحضرت صلعم کے لئے غیرت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اس مختصر وقت میں حضرت مولانا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں۔ ان پہلوؤں سے متعلقہ واقعات کو آپ میں سے اکثر احباب بخوبی جانتے ہیں۔

میں اس مجلس میں صرف چند باتوں کا ذکر کروں گا۔ انگلستان کی ایک نومسلم خاتون نے ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں خدماتِ جلیلہ کا ذکر ''مشرق کے تین دانشور'' کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ اور اس ضمن میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

''ووکنگ مسجد میں ہر اتوار کو لیکچر ہوتے، یہ لوگ مشرق سے آئے تھے اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے سب کچھ قربان کر کے مغرب کی انجان بستی میں آبیٹھے تھے۔ یہاں کے باسی ان کی بدیسی ذات اور ان کے اجنبی مذہب کے خلاف تھے۔ بڑی مخالفت ہوئی مگر ان نو واردین کا صبر گویا پتھر کا تھا۔ ہم ان مشرقیوں کو سنتے۔ وہ تین تھے۔ ان کے سروں پر خوبصورت پگڑیاں تھیں۔ اس وقت میں ان کو مشرق کے وہ تین دانشور خیال کرتی تھی جن کی تصویریں میں نے دیکھی ہوئی تھی۔ کہ وہ ایک ستارے کی رہنمائی میں ایک ایسے مہد کی تلاش میں سرگرداں ہیں جس میں ایک معصوم وحسین بچہ آرام کر رہا ہے (اس میں اشارہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی طرف ہے) اس وقت میں بچی تھی اور اپنے والد مرحوم کے ساتھ اکثر مسجد ووکنگ آیا کرتی تھی اور خیال کرتی تھی کہ یہ تینوں یعنی منشی نور محمد صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب وہی تین دانشور ہیں جو تصویر میں دکھائے گئے ہیں۔ جب میں جوان ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ واقعی مشرق کے تین دانشور تھے جو ایک ستارہ یعنی اسلام کی پیروی کرتے ہوئے اس مہد کی تلاش میں یہاں آنکلے تھے وہ اسلام کی پرورش وتربیت کے لئے اور اس کو پروان چڑھتے دیکھنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر کے اس اجنبی دنیا میں آبیٹھے تھے وہ مہد جو انہوں نے تلاش کیا ووکنگ مسجد تھی۔

میں آج سوچ رہی ہوں کہ وہ تین دانشور جو یہاں ایک مہد کی تلاش میں اپنا گھر بار، دوست احباب چھوڑ کر آئے تھے پوری طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور ان کی قربانیاں مقبول ہیں۔ ایک وقت تھا کہ عید کے موقع پر چند افراد دیکھنے میں آتے تھے مگر آج ہزاروں لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں۔ کاش وہ تینوں دانشور اس منظر کو دیکھتے۔ مگر اب ان میں سے صرف ایک حضرت مولانا صدرالدین صاحب دیکھنے والے رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بہترین نوازشوں سے متمتع فرمائے جنہوں نے انگلستان میں اسلام کا بیج بویا''۔

خواتین وحضرات! اب وہ تیسرا دانشور بھی ہم سے رخصت ہو چکا ہے اور آج ہم ان کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے جمع ہیں۔

خواتین وحضرات! اب ذرا مغربی جرمنی کے شہر برلن چلیں جہاں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا زندہ جاوید کارنامہ برلن مسجد موجود ہے اور جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مولانا کی طرح اس کی عمارت بھی کشادہ، پرشکوہ اور نفیس ہے۔ اس کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یورپ کے مرکز میں ایسی شاندار مسجد کیونکر ممکن ہوسکی۔ یہ مسجد جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص مردوں اور عورتوں کا مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے بے مثال جذبہ اور قربانی کا زندہ ثبوت ہے۔

حال ہی میں ایک جرمن نومسلم صحافی نے جرمنی میں اسلام کی تاریخ کے موضوع پر کتاب شائع کی ہے جس میں ایک پورا باب جرمن مسلم مشن اور برلن مسجد کی اسلامی خدمات کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس باب کا جرمن سے انگریزی

میں ترجمہ ہمارے نومسلم نوجوان بھائی سلیم احمد صاحب نے لندن سے ارسال کیا ہے جولائٹ اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔

اس وقت موقع کی مناسبت سے میں اس میں سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

''جرمنی میں ۱۹۲۴ء تک صحیح معنوں میں مسلم تنظیم کا وجود نظر نہیں آتا مگر ۱۹۲۴ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور پاکستان (جو ربوہ/ قادیان کی احمدیہ تحریک یا مشن سے الگ ہے) کے ہندوستان امام مولانا صدرالدین صاحب نے برلن میں مسجد کی تعمیر کے ارادہ سے ایک مسلم انجمن قائم کی۔ اس مسجد کو لاہور (پاکستان) میں موجود ان کی جماعت کے منصوبہ کے مطابق یورپ میں اسلامی مرکز کے طور پر استعمال ہونا مقصود تھا''۔

''اس مسجد کا افتتاح ۲۶ اپریل ۱۹۲۵ء کو مسلم انجمن برلن کے سربراہ مولانا صدرالدین صاحب کے ہاتھوں ہوا۔ اس اہم تقریب میں شرکت کرنے والی ممتاز شخصتیوں میں کمال پاشا سمیع سفیر ترکی، ایرانی سفیر جناب سری ہوس ساتنا صدری اور افغانستان کے سفیر سردار غلام صدیق خان صاحب بھی شامل تھے۔۔۔ شروع سے ہی برلن مسجد مسلمانوں اور دیگر اقوام کے لئے کھلی رکھی گئی۔ افتتاح کی تقریب کے موقع پر امام صاحب نے فرمایا ''ہماری مسجد فراخدلی کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور انسانی بھائی چارہ کا درس دیتی رہے گی۔ یہ عبادت گاہ ہمیشہ یہ واضح کرتی رہے گی کہ ہم سب کا آقا صرف اور صرف خدائے واحد ہی ہے۔ یہ اس ملک میں بانگ دہل اعلان کرتی رہے گی کہ ہم بلاتفریق تمام انبیاء کو تعظیم کرتے ہیں خواہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت محمد رسول صلعم نیز اس امر کا بھی اعلان کرتی رہے گی کہ ہم تمام صحفِ مقدسہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ خواہ وہ عہد نامہ جدید ہو یا عہد نامہ قدیم یا قرآن مجید''۔

''۱۹۳۹ء تک اس مسجد سے جرمن زبان میں خاصی تعداد میں قیمتی تصانیف منظر عام پر آئیں۔ جس کا ایک بڑا حصہ آج بھی برلن فری یونیورسٹی لائبریری اور واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں موجود ہے''۔

''۱۹۳۸ء میں مسجد کا ایک نادر تحفہ یعنی قرآن کریم کا پہلا عربی جرمن ایڈیشن مترجمہ مولانا صدرالدین صاحب شائع ہوا۔ فاضل مترجم نے ترجمہ کے ساتھ تفسیر کا اضافہ بھی کیا۔ اس کا دیباچہ جرمن اور عیسائی قارئین کے لئے بے حد مفید ثابت ہوا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں۔ ''جرمن میں اسلام کو غیر متعصّبانہ ممنونیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے یقین کامل ہے کہ جرمن کے عوام ایک مسلمان کا کیا ہوا جرمن میں ترجمہ کو دوستانہ خوش آمدید کے ساتھ قبول کریں گے''۔

''برلن مسجد میں رکھی گئی مہمانوں کے تاثرات کی کتاب کے مطالعہ سے اس کی بین الاقوامی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ جو جنگ عظیم دوم کی ابتداء تک اس اسلامی مرکز کو حاصل تھا۔ چند مہمانوں کے نام یہ ہیں۔

سر آغا خان، صدر لیگ آف نیشنز، چیف آف دروزی امیر شکیب ارسلان موسیٰ ودہالی، (اس وقت کے مراکو کے شیخ الاسلام کا صاحبزادہ، مہاراجہ آف برودہ، سر مرزا اسماعیل وزیر اعظم میسور سر لیاقت علی بھوپال کے وزیر مملکت اور جسٹس سر عبد القادر، اس کتاب میں برلن کے مقام پر ۱۹۳۶ء کی المپک کھیلوں میں حصہ لینے والے مسلمان کھلاڑیوں کے بھی دستخط موجود ہیں'')۔

''اس وقت کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ عظیم اسلامی مفکر، فلاسفر اور شاعر علامہ اقبالؒ جن کی وفات ۱۹۳۸ء میں ہوئی اس مسجد کے دوست اور معاون تھے''۔

یہ پورا مضمون نہایت دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے چند باتیں آپ کو سنائی ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی اسلامی خدمات نہایت درخشاں ہیں اور احمدی نوجوانوں کے لئے مثال ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے حالات کو پڑھیں ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں کو صحیح معنوں میں سنواریں۔ اور خدا کی رحمتوں کے وارث بنیں۔

یقین جانیے کہ تحریک احمدیت کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ ہم میں دین اسلام کے لئے ایک زبردست جذبہ اور شوق پیدا ہو اور ہم اس کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے والے ہوں۔ اے خدا تو ہماری دعاؤں کو قبول فرما اور ہمیں اپنی بخشش سے نواز۔ آمین

تصویری جھلکیاں: جامع دارالسلام، لاہور میں عیدالاضحیٰ کے مناظر

ہالینڈ کنونشن 2011ء کے مناظر
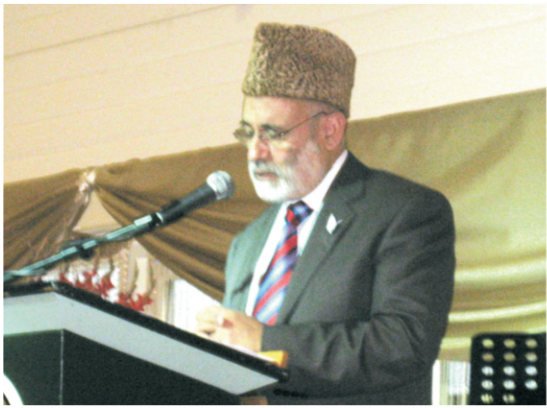
ہالینڈ کنونشن کے دوران بزنس میٹنگ کا منظر

عامر عزیز صاحب جماعت ربوہ ہالینڈ کے مربی اور کارکن کو حضرت صاحب کی عربی کتب کے تراجم پیش کرتے ہوئے

ایلون موراد ین برلن مسجد میں اذان دیتے ہوئے

عامر عزیز صاحب برلن مسجد میں ''دین اسلام کے بارے میں'' میں لیکچر دیتے ہوئے

حاصل مطالعہ بلاتبصرہ: ناصر احمد، انگلستان

حضرت عائشہ کی کم سنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی؟

(ابھی حال میں بریگیڈئر (ر) حامد سعید اختر صاحب نے اس مسئلہ پر بڑی تفصیل اور تحقیق سے ایک کتابچہ بعنوان ''میزانِ عمر عائشہ صدیقہؓ'' شائع کیا ہے۔ انہوں نے قرآنی حقائق، تاریخی شواہد اور واقعات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی 19 سال کی عمر میں ہوئی تھی نہ کہ 9 سال کی عمر میں۔ انہوں نے ڈنمارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گستاخانہ خاکوں کے حوالے سے بڑی دردمندی سے علمائے کرام اور اہل فکر لوگوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی ہے کہ اس مسئلہ پر تقلید پرستی کی وجہ سے نہ صرف مغرب میں رسول اکرم صلعم کو تضحیک کا نشانہ بنایا جارہا ہے بلکہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر اس کی وجہ سے بدنما داغ لگتا ہے جو ہر لحاظ سے قابل مذمت اور رد کرنے کے قابل ہے۔ جماعت احمدیہ اور بطور خاص مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا اس بارے میں کیا موقف ہے۔ اس بارے میں غلام نبی مسلم صاحب، ایم۔اے کا کتابچہ ''رخصتی کے وقت امّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عمر'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے جو انجمن کی ویب سائٹ aaiil.org پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس کو قسط وار ''پیغام صلح'' میں بھی شائع کیا گیا تھا۔

ہم بریگیڈئر (ر) سعید اختر صاحب کے کتابچہ سے کچھ اقتباسات قارئین کے مطالعہ کے لئے شائع کررہے ہیں تاکہ احباب اس انتہائی قابل قدر تحقیق سے استفادہ کرسکیں۔ ممکن ہے یہ اقتباسات دو اقساط میں شائع ہوں۔ یہ کتابچہ فیروز سنز لاہور، راولپنڈی، کراچی اور اردو بازار، لاہور کے کئی کتب فروشوں سے دستیاب ہے۔ اس کے 64 صفحات ہیں اور قیمت موجودہ مہنگائی کے باوجود عام استفادہ کی خاطر صرف -/25 روپے رکھی گئی ہے۔ موجودہ قسط کتابچہ کے دیباچہ سے اقتباس پر مشتمل ہے۔ ادارہ)

دیباچہ

گستاخانہ خاکوں کا خاص موضوع، عمرِ عائشہؓ

چند سال قبل ڈنمارک کے اخبار JYLLANDSPOSTEN میں حضور صلعم کے متعلق گستاخانہ خاکے شائع ہوئے جنہیں بعد میں مزید ابلاغ کی خاطر انٹرنیٹ پر بھی ڈال دیا گیا۔ 2010ء میں یہ مذموم مشق پھر سے دہرائی گئی ہے، بلکہ اس بار تو جنہی گستاخانِ رسول صلعم کے درمیان خاکے بنانے کے مقابلے کا باقاعدہ اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ راقم نے ان خاکوں میں مرغوب ترین نزاعی مبحث ایک کم سن بچی سے حضور صلعم کی مبینہ شادی کا موضوع ہے جس کی روایات نہ صرف ہماری احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں بلکہ ہمیں ان روایات کی صحت پر بھی اصرار ہے۔ گویا: ''ہم الزام ان کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا''

من آنم کہ من دانم

اس واقعہ کے بعد، میں حقیقتِ حال جاننے کے لئے کمربستہ ہوگیا۔ یہ ایک خالص علمی اور تحقیقی کام تھا جس کی نہ تو مجھ میں اہلیت وصلاحیت تھی، نہ میں نے ایسے کام کی تربیت حاصل کی تھی، اور نہ ایسے مذہبی مسائل پر میری گرفت تھی۔ اس معاملے پر میرا راہبر اور رہنما میرے دماغ کے بجائے میرا دل تھا۔ جو حضور صلعم سے بے پناہ محبت اور عقیدت کے باعث مبینہ واقعے کو حضور صلعم کے شرف کے خلاف قرار دیتا تھا۔ لہٰذا میں نے قرآن حکیم کی اس آیت کو مشعلِ راہ بنایا کہ۔۔۔

(ترجمہ: ''جب پختہ ارادہ کرلو تو پھر اللہ ہی پر بھروسہ رکھو'' آل عمران 3:159)۔ یقین مانیے کہ اس کام کے لئے مجھے غیبی امداد فراہم ہوئی۔ حوالہ جات کی کتابیں مجھ پر بارانِ رحمت کی طرح برسیں۔ جس دوست یا واقف کار سے اشارۃً بھی تذکرہ کیا اس نے درجنوں کتابیں فراہم کردیں۔ جس کسی سے علمی استعانت چاہی اس نے جی جان سے میری مدد کی۔ (ص9)

صحیح بخاری میں عمر عائشہؓ سے متعلق متعدد متضاد احادیث شامل ہیں

زیر بحث کتابچے میں زیادہ تر حوالہ جات صحیح بخاری کے دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین آگاہ ہوسکیں کہ امام بخاریؒ کے مجموعہ احادیث میں عدم تصدیق کے باعث عمر عائشہؓ سے متعلق متعدد متضاد احادیث شامل ہیں۔ اس سے امام بخاریؒ کا مرتبہ

کم کرنا مقصود نہیں۔امام بخاریؒ نے ایک ایسے وقت میں کفر والحاد کے آگے مضبوط بند باندھا جب عباسی ملوک فلسفہ یونان کے زیر اثر قرآنی احکام کی غلط تعبیر کر کے دین کا حلیہ بگاڑ رہے تھے۔تاہم کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ محدثین، انبیاء کرامؑ کی طرح معصوم عن الخطا تھے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تمام احادیث کے ماخذ مختلف راوی تھے جو نسیاں، غلط تعبیر، ثقل سماعت، سننے یا سمجھنے میں غلطی، غیر معقول استخراج نتائج یا سیاق وسباق سے ہٹ کر کوئی روایت بیان کرنے کی بشری لغزش کر سکتے تھے۔احادیث پر درایت، تحقیق اور سند کے اصول صحابہ کرامؓ اجمعین کے دور میں بھی لاگو تھے۔بعض دفعہ راوی سننے میں غلطی کر جاتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہؓ نے ایک حدیث سن کر صحابہ سے فرمایا ''بے شک تم لوگ سچے ہو لیکن سننے میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے (ولکن السمع قدیخطی)۔عمار بن یاسرؓ نے جب حضرت عمرؓ کے سامنے تیمم جنابت کی روایت بیان کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: (اے عمار اللہ سے ڈرو)۔گویا حضرت عمرؓ کو حضرت عمارؓ کی حدیث پر اطمینان نہیں ہو رہا تھا جبکہ حضرت عمارؓ کی نظر میں حضرت عمرؓ بھول رہے تھے۔(ص 11)

صحیح بخاری کے نسخے

امام بخاریؒ کے جن شاگردوں سے صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چلا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(الف) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی متوفی 294ھ

(ب) حماد بن شاکر النسفی متوفی 311ھ

(ج) محمد بن یوسف الفربری متوفی 320ھ

(د) ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی متوفی 329ھ (فتح الباری مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی)۔

علامہ عبدالرشید نعمانی فرماتے ہیں۔''اگرچہ احادیث کی سماعت سولہ سال میں تمام ہوگئی مگر نظر ثانی اور اضافہ کا سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔یہی وجہ ہے کہ فربری کے نسخہ میں (جنہوں نے اسے امام بخاریؒ سے آخر میں سنا ہے) حماد بن شاکر کے نسخہ سے دوسو اور ابراہیم بن معقل کے نسخہ سے تین صد احادیث زیادہ مروی ہیں'' (تدریب الراوی صفحہ 30)۔

غیر فقہی احادیث پر بحث وتنقید نہ ہو سکی

احادیث میں شامل فقہی مسائل کی جانچ پڑتال فقہائے کرام نے خوب طرح سے کی جبکہ روایتی لحاظ سے صحت وضعف کا فیصلہ کرنا محدثین کا کام تھا۔جو انہوں نے احسن طریقے سے انجام دیا۔تاہم سیر، مغازی اور حضور صلعم وازواجِ مطہراتؓ کے حالات، صحابہ کرامؓ کے باہمی تعلقات اور حضور صلعم کی ذاتی زندگی کے حالات جن کا تعلق سیرت اور تاریخ سے ہے ان پر گہری تحقیق ہنوز تشنۂ تکمیل ہے، لہٰذا ان معاملات کا روایت و درایت ہر دو پہلو سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔اندھی تقلید اور عدم تحقیق کی وجہ ہی سے ہمیں ''عمرِ عائشہؓ'' جیسے متنازعہ معاملات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جنہیں عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرتی۔(ص 13)

اصول حدیث کے چیدہ چیدہ نکات

(الف) جو حدیث قرآن اور اجماع قطعی سے متصادم ہو وہ باطل ہے۔مثلاً کسی روایت میں خون پینے کا ذکر جب کہ از روئے قرآن خون حرام ہے۔

(ب) جو حدیث انبیاء کرامؑ، امہات المومنینؓ اور اصحاب رسولؐ کے کردار کے منافی دکھائی دے وہ منکر ہے۔

(ج) جس حدیث کے راویوں میں سے کوئی ایک بھی غیر ثقہ ہو وہ غیر معتبر ہے۔

(د) جس واقعے کا عام لوگوں کو علم ہونا چاہیے تھا لیکن وہ اس سے لاعلم ہیں تو اس بارے میں صرف ایک راوی کی بیان کردہ حدیث ناقابل قبول ہے۔

(ہ) معجزات، نزول وحی، غیب اور فرشتوں وغیرہ جیسے معاملات کے سوا جو حدیث مشاہدے کے خلاف دکھائی دے وہ بھی ناقابل قبول ہے۔

(و) اگر حدیث عقل یا اصول مسلمہ کے خلاف ہے تو وہ موضوع ہے چاہے راوی کتنے ہی معتبر ہوں مثلاً بول و براز کا پاک قرار دیا جانا وغیرہ یا ایسی حدیث جس میں معمولی بات پر سخت عذاب کی تنذیر یا معمولی عمل پر غیر معمولی اجر کا بیان کیا گیا ہو غیر معتبر ہے۔مثلاً بیری کا درخت کاٹنے پر جہنم کی سزا وغیرہ۔

(ز) جو حدیث بے سرو پا اور غیر منطقی ہو مثلاً کدو کو ذبح کیے بغیر نہ کھاؤ، وضعی ہے۔

(ح) جو واقعہ قرائن کے خلاف ہو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا چاہے راوی کتنا ہی ثقہ کیوں نہ ہو۔

مثلاً خیبر کے یہودیوں کا جزیہ معاف کرنے کی روایت۔

(ط) اگر حدیث کی بنیاد امر حسی یعنی مشاہدہ اور سماعت کے بجائے ذاتی

قیاس اور گمان پر ہو تو کثیر تعداد میں ثقہ راویوں کے باوجود درست نہ ہوگی۔ مثلاً حضورؐ کچھ عرصہ اپنی ازواجؓ سے علیحدہ رہے تو بیشتر صحابہؓ نے قیاس کر لیا کہ آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ صحابہ کرامؓ ثقہ راوی تھے لیکن ان کی رائے ذاتی قیاس اور ظن پر مبنی تھی۔ جب حضرت عمرؓ نے حضور صلعم سے دریافت کیا تو آپؐ نے اس غلط قیاس کی تردید کر دی۔

(ی) متواتر حدیث میں ظن کا گمان کم ہے لیکن خبر واحد میں ہر قدم پر ظن ہے۔

ان میں ایک سنہری اصول کا مزید اضافہ کر لیں کہ اگر کسی مستند ترین کتاب میں معتبر ترین راوی سے مروی، قوی ترین ایسی حدیث پائی جائے جو حضور صلعم کے مجموعی کردار سے مطابقت نہ رکھتی ہو اور جس سے حضور صلعم کی تقدیس و تحریم پر حرف آتا ہو تو ایسی ہر روایت مردود ہے۔

حاصل کلام

مندرجہ بالا طویل بحث سے صاف ظاہر ہے کہ خلفائے راشدینؓ، امہات المومنین، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے نزدیک حدیث قطعی نہیں بلکہ ظنی معاملہ ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) صحیحین میں متفق علیہ 174
(ب) صرف صحیح بخاری میں 54
(ج) صرف صحیح مسلم میں 67
(د) دیگر کتب معتبرہ میں 2017 (رحمتہ للعالمین جلد دوم صفحہ 155)

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہوگا کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی دیگر احادیث کے منکر تھے؟ کیا یہ منطق درست ہوگی کہ امام بخاریؒ صحیح مسلم میں درج 13 زائد احادیث کے منکر تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ غلط استنتاج ہے۔ ہر محدث نے اپنی تحقیق کی روشنی میں جن احادیث کو قوی اور مستند پایا انہیں اپنی صوابدید کے مطابق اپنا لیا اور اپنے مجموعہ احادیث میں شامل کر لیا۔ احادیث کی حیثیت قرآنی آیات کی طرح قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے لہذا صحیحین میں شامل احادیث کو دلیل، درایت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں پرکھنا بالکل درست عمل ہے اور اسے ہرگز گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ہمارے بنیادی عقائد صرف تین ہیں یعنی توحید، رسالت اور یوم آخرت پر ایمان، ان کے ماسوا ہر وہ چیز جو منزل من اللہ نہیں، زیر بحث لائی جا سکتی ہے۔

باطل تاویلات کے ذریعے ہشام بن عروہ کی روایت کی تطبیق کی بے سود کوشش

جب حدیث کی ایک ہی کتاب میں کسی ایک موضوع پر بظاہر متضاد احادیث پائی جائیں تو علماء کرام ان میں مطابقت (Reconciliation) پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ تضاد بیانی کے الزام کو رد کیا جا سکے۔ اخبارات میں سیدہ عائشہؓ کی عمر کے متعلق راقم کا مضمون چھپنے کے بعد چند اصحاب نے راقم سے رابطہ کیا اور ''عمل تطبیق'' سے ان متضاد احادیث میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔

ان حضرات کا کہنا تھا کہ باکرہ سے مراد صرف ''بالغ دوشیزہ'' ہی نہیں بلکہ ایسی نابالغ لڑکی بھی تو ہو سکتی ہے جس کی بکارت برقرار ہو۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ سورہ قمر مکی سورت ہے تاہم ان کا اصرار تھا کہ اس کی مذکورہ آیت (46:54) مدنی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہشام بن عروہ کے علاوہ عمرِ عائشہؓ 9 سال بیان کرنے والے مزید معتبر راوی بھی ہیں لیکن انہوں نے تاحال ان کے نام اور حوالہ جات نہیں دیئے۔ انہوں نے سورۃ طلاق کی آیت نمبر 4 کے حوالے سے نابالغ غیر حائضہ لڑکی سے نکاح اور مباشرت کو جائز قرار دیا۔ سابقون الاولون کے متعلق انکا فرمانا تھا کہ سابقون کی دو فہرستیں تھیں ایک مکی دوسری مدنی۔ چونکہ عائشہؓ پیدا ہی سن 5 نبوت میں ہوئی تھیں لہذا ان کا نام اگر ہوا تو مدنی فہرست میں شامل ہوگا وغیرہ۔ قصہ مختصر، ایسے تمام اصحاب یہ ثابت کر رہے تھے کہ اگرچہ سیدہ عائشہؓ شادی کے وقت نابالغ تھیں لیکن نابالغ لڑکی سے نکاح اور مباشرت از روئے قرآن مباح ہے۔ ان کے سابقہ موقف میں اتنی تبدیلی ضرور آئی ہے کہ اب 9 سال کی عمر میں عائشہؓ کی بلوغت پر اصرار نہیں کیا جا رہا۔ تاہم یہ تبدیلی پہلے سے بڑھ کر ضرر رساں ہے کیونکہ اب سیدہ عائشہؓ کو نابالغ تسلیم کرتے ہوئے نابالغ غیر حائضہ لڑکی سے نکاح اور مباشرت کو مباح قرار دیا جا رہا ہے۔

بقول اقبالؒ:

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ہمارے پیش نظر بے مقصد بحث و تمحیص نہیں بلکہ حضور صلعم کی ذاتِ گرامی پر ہونے والے بے بنیاد اعتراضات کا مدلل جواب فراہم کرنے کے لئے حقائق تک پہنچنا ہے، لہٰذا زیر نظر کتابچے میں ایسی تمام باطل تاویلات کے مسکت جوابات بھی شامل کر دیئے گئے ہیں تا کہ ہشام بن عروہ کی روایت کو درست ماننے والے دوسرے لوگوں کو ذہنی خلفشار میں مبتلا نہ کر سکیں''۔ (ص ص 17-14)

زبدۃ الحکما حکیم اللہ دتہ صاحب

تحریراز: مدیحہ احمد باجوہ

حکیم اللہ دتہ صاحب کے دادا عبداللہ خان صاحب ایران کے ''صوبہ فارس'' کے صاحب حیثیت اور باعلم خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نادر شاہ درانی کی فوج کے کماندار کی حیثیت سے ہندوستان میں تعینات ہوئے اور شاہ کی طرف سے منڈی بہاؤالدین میں جاگیر پائی۔ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کا خاندان ہندوستان میں قیام پذیر رہا۔ جس سے جماعت احمدیہ لاہور کو ان کی ذاتی جاگیر سے حکیم اللہ دتہ صاحب جیسا مخلص اور قابل ہیرا ملا۔

بارہ (12) بہنوں کے بعد منتوں مرادوں سے حاصل کئے گئے حکیم اللہ دتہ صاحب کی پیدائش کے وقت بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کا دورِ حکومت شروع تھا۔

حکیم صاحب کی 12 بہنوں کی شادی حسب حیثیت اور حسب روایت اعلیٰ طریق پر کی گئی اور جاگیردار اکلوتے بیٹے کو اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پہلے خاندانی تربیت گاہ میں زبانوں کے عبور کے ساتھ اس وقت کے تمام مارشل آرٹ کی تربیت بھی دی گئی۔ جن میں نیزہ بازی گھڑ سواری، تیراکی، کشتی لڑنے کے گر، لکڑی یا ڈنڈے کی لڑائی وغیرہ شامل تھے۔

حکیم صاحب کی مادری زبان فارسی تھی۔ منشی فاضل اور پھر عربی فاضل کرنے کے بعد فارسی اور قرآنی زبان عربی میں مزید مہارت حاصل ہوگئی۔ سنسکرت خوب جانتے تھے۔ پنجابی عوامی زبان تھی۔ اور اردو اور انگریزی میں تعلیمی دسترس تھی۔

اس ماہر لسانیات نے اپنی علمی قابلیت، حکمت کی اعلیٰ ترین ڈگری زبدۃ الحکما 1922ء میں طبیہ کالج دہلی سے حاصل کر کے خاندان کا نام روشن کیا۔

حکمت کی تعلیم کے دوران طبیہ کالج دہلی میں کسی شخص کی وجہ سے احمدیت جاننے کا تجسس پیدا ہوا جو وقت کے ساتھ بڑھتا گیا۔

اس دوران طبّ کی کچھ عرصہ پریکٹس کی پھر آپ کو پولیس میں ملازمت مل گئی۔ صاحب نظر انگریز دور تھا۔ خوبصورت، ہمت بند، تعلیم یافتہ، قابل شخصیت جلد ہی نظر میں آ گئی مگر حکیم صاحب کی توجہ کہیں اور ہو چکی تھی۔ پھر 1929ء میں بیعت نے ان کی ذہنی جون کو بدل ڈالا۔ نہ طب رہی، نہ ملازمت کا خیال اور وہ واقف زندگی بننے کے لئے استعفیٰ لے کر افسر کے پاس پہنچ گئے۔ انگریز افسر نے استعفیٰ یہ کہہ کر روک لیا کہ اللہ دتہ مت چھوڑ و تم بہت ترقی کرے گا۔ حکیم صاحب کی زیادہ ضد پر کہا کہ اس مدت تک یہ استعفیٰ میرے پاس رہے گا۔ چھٹی پر جاؤ اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔

اس زبدۃ الحکماء اور ماہر لسانیات نے وہ آخر ٹھکرا دی اور جماعت احمدیہ لاہور کو اپنا علم اور وقت 1929ء میں سپرد کر دیا۔ اس کے بعد یہ علم دوست شخص اپنی زمینوں کا راستہ بھی بھول گیا اور یاد رہا تو جماعت احمدیہ لاہور کا حکم کہ جہاں بطور مبلغ بھیجا گئے جو ملا شکر ادا کیا۔

لاہور میں بطور مبلغ تقرری کے بعد آپ مختلف شہروں خاص طور پر سیالکوٹ، بدوملہی اور وزیر آباد میں مصروف عمل رہے۔

حکیم اللہ دتہ صاحب نے مالی طور پر بہت اچھا وقت دیکھا تھا کہ طبیعت بھری ہوئی تھی۔ بارہ بہنوں کو باپ نے اچھے انداز میں بیاہا تھا مگر حکیم صاحب نے چھ بیٹوں کے ساتھ، دنیاوی طور پر بھائی یا بیٹے کا ساتھ نہ رکھتے ہوئے خدا پر توکل کیا اور اپنی لگی بندھی آمدن میں بیٹیوں کی تعلیم پر بہت زور دیا۔

1955ء تک آپ کی تمام بیٹیاں منشی فاضل، عربی فاضل اور بی۔ اے بی ٹی کر چکی تھیں۔ آپ کی تمام بیٹیاں آپ کا پرتو تھیں۔

مضبوط دینی دیناوی علوم کی حامل جن کی گھٹی میں حکمت پڑی تھی تو لسانیات میں مہارت گھر کی تربیت کا خاصہ اور مارشل آرٹ وقت و حالات میں مضبوطی کا ضامن اسی وجہ سے آپ کی جو بیٹی بھی جس شعبے میں گئی۔ نہایت قابل ایماندار شریف مضبوط و کامیاب کہلائی۔

آپ کی ایک بیٹی نرسنگ کے اعلیٰ عہدے تک پہنچی اور باقی تعلیم کے شعبے میں نمایاں رہیں۔ میری ساس فاطمہ حکیم صاحبہ کا نام ننکانہ صاحب کی تعلیمی ترقیوں

میں ہمیشہ شامل رہے گا۔

گورنمنٹ نے فاطمہ حکیم صاحبہ کو (11) ایوارڈ حسنِ کارکردگی اور درجنوں سٹوفکیٹ سے نوازا۔

حکیم اللہ دتہ صاحب کی شریف و قابل بچیاں پڑھ لکھ تو گئیں اور برسرِ روزگار بھی ہو گئیں مگر حالیہ غربت خاندانی خون پر اور علم پر حاوی ہو گئی۔ ان دنوں منڈی بہاؤالدین سے پٹواری کا پیغام ملا کہ آپ کی زمینوں پر قبضے کی وجہ سے قتل ہو رہے ہیں۔ اپنی زمینیں سنبھالیں۔ حالات کو دیکھتے ہوئے بچیوں نے بھی باپ پر منڈی بہاؤالدین اپنی زمینوں پر جانے کو زور دیا۔

حکیم صاحب منڈی بہاؤالدین گئے۔ دو دن بعد خاطر مدارات کروا کر واپس آ گئے اور بچیوں سے فرمایا جب ضرورت تھی اس وقت خیال نہیں کیا مشکل حالات میں تم لوگوں کو پڑھا دیا اب تم لوگ برسرِ روزگار ہو جو تمہاری قسمت میں ہوگا تمہیں مل جائے گا۔ ادھر جو لوگ آباد ہیں ان کی روزی روٹی چھیننے کو دل نہیں چاہا اس وجہ سے مل کر آ گیا ہوں۔

قسمت سے آپ کو تمام داماد اچھے احمدی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حکیم صاحب نے اچھا وقت دیکھا۔ خدا کی راہ میں وقت گذارہ مگر ایک تکلیف دہ صورت حال نے اس مضبوط شخصیت کو اندر سے کھوکھلا کر دیا جب ان کی نمبر 2 بیٹی کینسر کے مرض میں دس سال مبتلا رہی اور فوتگی کے بعد اس کی تدفین کے لئے جگہ درکار نہ ہوئی۔ ایک قبرستان میں غیر خاندان کے لئے جگہ نہیں تو سنیوں کے قبرستان میں کافروں کے لئے جگہ نہیں، جوان بچی کی لاش کی بے حرمتی کا خطرہ الگ جنگ میں دفنا دیا۔ قبرستان تو تھا نہیں اس وجہ سے قبر کی نشانی رکھی۔ قبرستان ختم ہو جاتے ہیں۔ نشانی کیا رہتی۔

حکیم صاحب قبر پر جاتے رستہ بھول جائے، بات بھول جاتے اور کبھی نشانی بھول جاتے۔ مگر وہ اس تدفین کے صدمے کو موت تک نہیں بھولے اور یہ خوف و صدمہ ان کی باقی بچیوں میں بھی ان کی موت تک رہا۔

حکیم صاحب کی آخری وقت ذہنی کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ ہسپتال کے ڈاکٹر یا نرس کے سامنے آنے پر کلمہ پڑھتے ہوئے کہتے کہ میں نے اپنی بیٹی کی تدفین کی ہے اس کی بے حرمتی نہ کرنا۔

آخر کار یہ قابل مردِ رعنا 10 نومبر 1974ء کو اپنے آخری سفر پر روانہ ہوا۔ ان کی تدفین دارالسلام قبرستان میں ہوئی۔

اپیل دستکاری

سالانہ دعائیہ کے موقع پر ہر سال خواتین خصوصی اجلاس میں مختلف موضوعات پر تقاریر کے علاوہ نہایت خوبصورت دستکاری بھی پیش کرتی ہیں۔ گذشتہ سال دستکاری کی نہایت کامیاب قابل تحسین اور قابل فخر کامیابی صرف اور صرف آپ کے تعاون اور محنت سے ممکن ہوئی۔

آپ سے درخواست ہے کہ دستکاری کی نمائش میں حصہ لینے کی تیاری ابھی سے شروع کر دیں اور دوسری بہنوں کو بھی ترغیب دلائیں اور تمام بہنیں اپنی دستکاری اس جلسہ پر پیش کر کے مشاہدین کے دلوں میں اپنی جماعت کی اہمیت اور افادیت کا نقش جمائیں۔ آپ کی چھوٹی سی یہ انفرادی کوشش جماعت کے عظیم کاموں میں آپ کو حصہ دار بنا دیتی ہے۔

امید ہے اس سال بھی دستکاری کی نمائش اور آمدنی مزید بہتر ہوگی۔

آپ کی تعاون کی منتظر
بشریٰ علوی
سیکرٹری، دستکاری خواتین

☆☆☆☆

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات

از: محترمہ پروین چوہدری صاحبہ (ایم اے ۔ بی ایڈ)

یہ موضوع اس انسانی فطرت کی نشاندہی کرتا ہے جو اس کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔ انسانی فطرت میں ہر کام کرنے کی لگن رکھی گئی ہے۔ جو اپنے انتہاء پر پہنچ کر عشق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ اس کی عکاسی مندرجہ بالا مصرع میں بخوبی کر دی گئی ہے۔ اور انسانی فطرت کی اس سے بہتر الفاظ میں شاید اقبال کے علاوہ اور کوئی شاعر اس کی تصویر نہ کھینچ سکے۔ اور یہ بھی ساتھ ہی بتا دیا ہے کہ **معجزہ فن سے ہے خونِ جگر کی نمود**۔ یعنی انسان جب تک پورے انہماک اور شعور کی کوشش سے کوئی کام نہ کرے تو وہ کام پایہ تکمیل نہیں پہنچتا۔ نہ صرف تکمیل نہیں پاتا بلکہ اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے انسان کے ذہن کو نچوڑ لیتا ہے۔ تب کہیں جا کر وہ تسلی بخش صورت اختیار کرتا ہے۔ ایک فنکار اپنے فن کے مظاہرہ میں اس وقت تک مصروف رہتا ہے جب تک کہ وہ شبیہہ کے مطابق چیز تیار نہیں کر لیتا جو اس کا ذہن اپنے اندر بنا لیتا ہے۔

دنیا میں کسی بھی شعبہ ہائے فن کو لے لیجئے چاہے وہ فنون لطیفہ ہوں یا سائنس اور ٹیکنالوجی۔ ہر چیز اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے مسلسل محنت اور جدوجہد چاہتی ہے۔ یہی ان تھک محنت انسانی ذہن کو جلا بخشتی ہے۔ اور وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔

عشق ایسی لگن کا نام ہے جو انسانی دل و دماغ میں آگ سی بھر دیتا ہے۔ یہ آگ سرد نہیں ہوتا بلکہ بجھانے سے اور بھڑکتی ہے۔ عقل اس کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اور ایسی گتھیاں سلجھانے میں لگی رہتی ہے۔ جو سلجھنے کی بجائے اور بھی الجھ جاتی ہیں۔ مگر عشق ایک ہی جست میں تمام فاصلے طے کر جاتا ہے۔ اور ناممکن کو ممکن کر دکھاتا ہے۔ عشق رب جلیل کا عرش ہے۔ جو انسان کا مطمع نظر ہے۔ اسی انسان نے اس عرش کا نظارہ کیا ہے۔ جو خدائے ذوالجلال کی کرسی ہے۔ عقل اس زمین کی وسعتوں کو ناپتی رہ جاتی ہے۔ معراج سراپا عشق کی علامت تھا۔ یہ عشق کی ایسی انوکھی مثال تھی جس کی تاویل انسانی ذہن نہیں کر سکتا۔ خدا اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے انسان سے ایسا عشق کرے اور پھر اس کی انتہاء کر دے کہ اپنے سارے خدائی راز اپنے محبوب پر آشکار کر دے۔

صحابہ کرامؓ نے اسلام کی اس قدر سختی سے پابندی کیوں کی جبکہ ابھی اسلام نے اپنی حقانیت ظاہر نہیں کی تھی۔ یہ ان کا محض رسول کی ذات سے عشق تھا۔ اور رسول کی ذات کے پردے میں خدا کی ذات ان کا مقصود تھی۔ ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب دلوانا بھی یہی رسول کی ذات سے عشق تھا۔ اور عمر کو فاروق کون بنا گیا۔ عمری دور کے بے نظیر فیصلے یہی خدا اور رسول کی ذات کے مظاہرے ہیں۔ حضرت علیؓ کو دیکھ لیجئے۔ ان کا وہ بچپن میں عزم صمیم دیکھ لیجئے جو آنحضور صلعم کی سب سے پہلی تبلیغی دعوت میں سامنے آیا تھا۔ آپ نے اپنے خاندان والوں کو دعوت طعام دی تھی اور اپنی بعثت کا اعلان کیا تھا تو رسول اللہ صلعم کی ذات سے وہ بے پایاں عشق ہی علی کو تیرہ برس کی عمر میں آپؐ کا ساتھی اور رازدار بننے پر اکساتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز ان سے بہت بعد میں آئے۔ نسب نامے کے لحاظ سے عمر بن عبدالعزیز عمر بن خطاب کے نواسے لگتے ہیں۔ مگر کردار میں ہو بہو ان کا عکس ہیں۔ ان میں بھی خدا کی ذات سے عشق جو بظاہر خوف بن کر ذہن میں آتا ہے۔ ان کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس قدر عظیم سلطنت کا حاکم ہونے کے باوجود اپنے نفس کو ابھرنے نہیں دیتے۔ اور اپنی کمر پر بھاری بوری کا بوجھ اٹھا کر گلیوں اور بازاروں میں چکر لگاتے ہیں تاکہ نفس کو سرکشی سے باز رکھ سکیں۔

دنیا میں عظیم سائنسدان گذرے ہیں۔ انجینئر یا دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے لوگ صرف دنیاداری کی خاطر اپنے کام میں شہرت حاصل کرتے ہوں گے مگر ان کے کام میں کمال تبھی حاصل ہوتا ہے جب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے ہنر

میں عشق کی حد تک مگن ہوتے ہیں۔ مگر بزرگان دین چاہے وہ صاحبزادہ صاحب کا خدا اور رسول کے بعد مسیح موعود کے ساتھ عشق ہی تھا جو کابل میں انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ اور کابل کی سرزمین میں مسیح موعود کے فرمان کے مطابق آج تک بھڑکتی آگ میں ہے اور امن کو ترستی ہے۔ اور مولینا نور الدین جیسا صاحب قرآن کے عشق میں نور الدین بندلی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

خدا اور رسول کی ذات کے بعد قرآن کا عشق مولینا محمد علی کے حصے میں اس قدر آیا کہ ایک بے نظیر تفسیر قرآن اردو اور انگریزی ترجمہ لکھوا گیا۔ جس سے آج دنیا کا ہر ذی شعور انسان استفادہ تو ضرور حاصل کرتا ہے مگر ان کا نام لینا گوارا نہیں کرتا۔ یہ تعصب کی انتہاء ہے۔

حضرت مسیح موعود کو قرآن کے گرد گھومنے اور چومنے سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اس قرآن کو انہوں نے کعبہ بنا رکھا تھا۔ کہ کسی طور پر ان کی زندگی میں قرآن کا علم دوسری اقوام تک پہنچا دیا جائے۔ یہ عشق نہیں تو اور کیا ہے محض دیوانگی تھی جو فرزانگی سے کہیں زیادہ خدا کے برگزیدہ بندوں میں ہوتی ہے۔

میں اپنے احمدی بھائی بہنوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتی ہوں کہ اپنے بچوں میں یہی لگن پیدا کریں۔ وہ تعلیم حاصل کریں تو کسی مقصد کی خاطر وہ دنیا کے کسی بھی شعبے میں کام کریں مگر خدا اور اس کے رسول کی ذات کو مطمع نظر بنالیں یہ بہت پُر آشوب دور ہے۔ تعلیم کے ابتدائی دور میں جب پر آشوب لفظ پڑھتے تھے تو مطلب واضح نہیں ہوتا تھا۔ اب شعور نے آگہی حاصل کی ہے۔ تو روز روشن کی طرح یہ لفظ واضح ہو گیا ہے۔ احمدیت کی مخالفت جتنی مجدد اعظم کے دور میں کی جاتی ہوگی۔ اب اس سے کہیں سوا ہو گئی ہے۔ یہ وقت استقامت دکھانے کا ہے۔ خدارا اپنے ذہن سے اس خوف کو نکال دیجئے کہ دنیا والے احمدیوں کو تہہ تیغ کر دیں گے۔ سرکاری ملازمتیں نہ ملیں تو رزق کے دروازے بند نہیں ہو جائیں گے۔ رازق تو وہ رب رحیم ہے جس کے ذمے یہ ذرح روح کی بھوک مٹانا ہے۔ پھر ہم کیوں پریشان ہوتے پھریں۔ وہ آسمان والا اپنی ذمہ داریاں نبھا کے ہم زمین پر اپنی ذمہ داریوں کا بیڑا اٹھائیں۔ اور اپنے پائے ثبات میں لغزشیں نہ آنے دیں۔ دنیا ہمارے منہ سے لقمہ بھی چھین لے تو پھر بھی ہم آسمان کی طرف نگاہ اٹھائیں اور فریاد سننے والے سے فریاد کریں۔

دنیا اس وقت گناہوں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ یہ ایسی دلدل بنتی جا رہی ہے جو ہر چیز کو اپنے اندر غرق کر لیتی ہے۔ کتوں کے بھونکنے سے قافلے اپنے راستے نہیں چھوڑ دیا کرتے۔ ہمیں یہ ذمہ داری نبھانی ہے جو ہمارے بزرگ ہمارے کندھوں پر ڈال گئے ہیں۔ پگڑی پہن لینا تو آسان ہے مگر اس کو اونچا رکھنا بہت مشکل ہے۔

اس تقدس کو بحال رکھیے جو مسیح موعود کے چہرے سے جھلکتا تھا۔ جس کو دیکھ کر گداز دل بے اختیار ان کی طرف جھک جاتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی آنکھوں میں جھانک لیتے۔ تو ہمیشہ کے لئے اسیر ہو جاتے۔ اپنے دلوں میں یہی گداز پیدا کیجئے۔ یہ عشق کی آگ اپنے دلوں میں بھر لیجئے۔ جو دنیا کی ہر باطل چیز کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر راکھ کر دے۔ اپنے تن من کو خدا اور رسول کی ذات میں جلا ڈالیئے۔ مسیح موعود کی جماعت بنیں۔ ان کا دامن تھاما ہے تو ان کی شایان شان بن کر دکھایئے۔ اس دامن کو اس قدر مضبوطی سے تھامیئے کہ ساری دنیا کی قوتیں بھی آپ کے ہاتھ کو چھڑانا چاہیں تو الگ نہ کر سکیں۔ اپنے آپ کو خاک کر ڈالئے تاکہ آپ کی خاک بھی اڑے تو آنے والی نسلیں آپ کے عشق کی داستان سنائیں۔ کہ دین کے ساتھ عشق یوں کیا جاتا ہے۔ دین کے ایسے متوالے بن جائیں کہ سراپا قرآن بن جائیں۔ اور جب قیامت کے روز ہم خدا کے سامنے پیش ہوں تو خدا کا رسول بھی ہماری طرف دیکھ کر مسکرائیں کہ میرے بعد میرے بندوں نے خوب وفا نبھائی ہے۔ اور میرے مسیح کے پیچھے چلے ہیں کہ مجھ تک پہنچ گئے ہیں۔ خدا سے ہماری سفارش کریں کہ میرے بندوں کو میری محفل میں بیٹھنے کی اجازت دے۔

آیئے ہم سب اپنے دلوں میں اتنا گداز بھر لیں۔ ایسے نرم گوشے تلاش کریں جو خدا کی تجلیوں کو اپنے اندر سمونے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ اور لوگ ہمارے اندر اس روشنی کو پائیں تو ایک مقناطیسی کشش کے ذریعے ہماری طرف کھنچے چلے آئیں۔ آمین۔

☆☆☆☆

والدین کی اطاعت اور خدمت جنت کا مستحق بنا دیتی ہے

خدا کی وحدانیت کے بعد والدین سے حسنِ سلوک کا حکم ہے

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ

ماں باپ خدا کی صفات کے مظہر ہیں۔ اس لئے ان کی خدمت سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔ ان کی دعائیں آسمان پر مقبول ہوتی ہیں۔ وہ زمین پر انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا خدا تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی عبادت اور وحدانیت کے بعد والدین سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر 27 میں ہے ''تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ بہت احسان کرو''۔

گویا خدا تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے قیام کے بعد انسان پر سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے ذریعے ایک فرد اس دنیا میں آتا ہے اور یہی وہ وجود ہیں جن کی خدمت اور اطاعت سے انسان کے لئے جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ''کوئی بیٹا اپنے والدین کے احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتا سوائے اس کے کہ باپ کسی کا غلام ہو اور بیٹا اسے خرید کر آزاد کر دے''۔

ایک اور حدیث سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ''والدین کی خدمت اور اطاعت کر کے انسان جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں'' (ابن ماجہ نمبر 3652)

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ''تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اور ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا دونوں ہی تو انہیں اف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی''۔

انسان اپنے والدین کا احسان نہیں اتار سکتا۔ حضرت مولوی نورالدین رحمتہ اللہ علیہ خلیفۃ المسیح اوّل فرماتے ہیں:

''ماں باپ تربیت کے لئے جس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں اگر اس پر غور کیا جائے تو بچے پیر دھو دھو کر پئیں۔ میں نے چودہ بچوں کا بلاواسطہ باپ بن کر دیکھا کہ بچوں کی ذرا سی تکلیف سے والدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ان کے احسانات کے شکریہ میں ان کے حق میں دعا کرو۔ میں اپنے والدین کے لئے دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔ کوئی ایسا جنازہ نہیں پڑھا ہو گا جس میں ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ جس قدر بچہ ٹھیک ہے ماں باپ کو راحت پہنچتی ہے اور وہ اس دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں'' (اخبار بدر قادیان 24 فروری 1910)

خدا تعالیٰ نے جہاں اپنی توحید کی تعلیم دی وہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی فرمایا کہ ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ اور اس احسان کو بھلا کر کہیں اف نہ کہو۔ اور حتی الامکان ان کی اطاعت کرو اگرچہ ایسا حکم بھی ہو جو دنیاوی لحاظ سے نقصان دہ ہو اور انسان ناپسند کرتا ہو تب بھی ان کی اطاعت کی جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت دین کی خدمت کے لئے وقف تھی اور دنیا داری کے جھیلوں کا کچھ شوق نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اپنے والد کے اصرار پر محض اطاعت کے خیال سے ایک عرصہ تک سیالکوٹ میں رہنا پڑا۔ اور مقدمات میں ایک لمبا عرصہ گذارنا پڑا۔ آپ فرماتے ہیں ''وہ چاہتے تھے کہ میں دینوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے

نیک نیتی سے نہ کہ دنیا کے لئے بلکہ محض اطاعت کے خیال سے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا۔ (کتاب الریا 183)

مشہور صوفی حضرت محمد علی ترمذی حکیم نے اعلیٰ مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے دو طالب علموں کے ہمراہ شہر سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی والدہ سے اس کا اظہار کیا۔ والدہ نے کہا کہ میں ضعیف ہوں مجھ کو اس حالت میں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ چنانچہ آپ رک گئے اور دوسرے ساتھ چلے گئے۔ پانچ ماہ بعد آپ گورستان میں بیٹھ کر رونے لگے کہ میں یہاں بے کار ہوں اور میرے ساتھی کل عالم سے ہو کر آئیں گے۔ آپ ابھی رو ہی رہے تھے کہ ایک طرف ایک نورانی شکل بزرگ نمودار ہوئے اور آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے سارا حال سنایا۔ اس بزرگ نے فرمایا: تم کوئی غم نہ کرو اگر تم چاہو تو میں تمہیں روزانہ سبق پڑھا دیا کروں گا۔ تاکہ تم ان سے بڑھ جاؤ۔ چنانچہ تین سال تک وہ روزانہ سبق پڑھاتے رہے۔ فرماتے ہیں میں نے یہ دولت والدہ کی رضامندی سے حاصل کی'' (تذکرۃ الالیاء 251 تا 252)

بڑھاپے میں والدین کو ویسی ہی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے جیسی بچے کو بچپن میں ہوتی ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء بھی والدین کے لئے دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی۔ (سورۃ نوح آیت نمبر 29)

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

''اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب ہوگا'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ جامع دعا ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی دعاؤں میں شامل فرمایا اور اب ساری امت اس دعا میں مشغول ہے (سورۃ ابراہیم آیت 42)

سورۃ بنی اسرائیل آیت 25 میں خدا فرماتا ہے'' کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسی ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔ اس دنیا میں خدا نے اولاد پر ذمہ داری ڈال دی ہے جو اس کو والدین کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ ان سے احسان کا سلوک کرنا۔ گویا اطاعت ان پر فرض کر دی کہ صرف والدین کی ذمہ داریاں پوری کرنا ضروری نہیں ان کے ساتھ احسان کا سلوک بھی ہونا ضروری ہے اور جس طرح انہوں نے ہمیں پالا۔ ہماری تربیت کی ہمیں پڑھایا اور انسانیت سکھائی۔ دنیا میں رہنے کے آداب سکھائے اور زندگی کے سارے اتار چڑھاؤ بتائے۔ حضرت نبی کریم صلعم سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا: کونسا عمل خدا کو سب سے محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔ آپ نے فرمایا اس کے بعد کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ نے فرمایا: ''ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک'' آپ نے فرمایا جو آدمی چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کی روزی میں کشادگی ہو، اسے چاہیے کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔ (مسند احمد 3 حدیث نمبر 12922)

صرف والدین کی ساری ذمہ داریاں پوری کرنا کافی نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ جس طرح بچپن میں انہوں نے محبت اور شفقت کا سلوک کیا اور ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے خود دکھ اٹھا کر ہمیں سکھ پہنچاتے۔ ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔ اے میرے خدا ان پر رحم فرما اور میرے سلوک میں جو کمیاں ہیں اپنے رحم سے دور فرما۔ دعا کے ذریعہ تجھ سے مدد چاہتا ہوں اور ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔

ایک دفعہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ماں باپ کی شکایت کی کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کو بلایا۔ وہ لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تو اس نے کہنا شروع کیا کہ اے اللہ کے رسول ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور تھا، بے بس تھا، اس کے پاس کچھ نہ تھا مجھ میں طاقت تھی، میں مال دار تھا۔ میں نے کبھی اپنی چیز لینے سے منع نہیں کیا تھا۔ آج میں کمزور ہوں۔ خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے اب یہ اپنا مال مجھ سے چھپا کر رکھتا ہے۔ بوڑھے کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ تیرا فرض اس کے حقوق ادا کرنا ہے۔

سورۃ احقاف آیت 16 میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت

کی کہ والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف سے اٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنم دیا۔ گویا والدین کے حقوق اور حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے والدہ کے حقوق کا الگ اور خصوصی ذکر فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تمہارے ماں کے قدموں تلے ہے۔ ماں کی خدمت کو اہم قرار دیا۔ ایک شخص رسول پاک صلعم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں فلاں جہاد میں شریک ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے اس نے کہا ہاں۔ کہا جا اور اس کی خدمت کر کیونکہ اس کے قدموں میں جنت ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے تین بار یہی سوال پوچھا آپ نے تینوں بار یہی جواب دیا کہ تیری ماں۔ چوتھی بار پوچھنے پر آپ نے کہا تیرا باپ اور پھر درجہ بدرجہ دیگر قریبی رشتہ۔

ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے کیا میری بخشش ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے کہا نہیں پھر فرمایا کیا تیری خالہ موجود ہے فرمایا اس سے حسن سلوک کر، خدا تیرے گناہ بخش دے گا۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں ''جس کام کو میں سب سے بعد جانتا تھا وہ مقدم کام تھا یعنی والدہ کی رضامندی۔ پھر فرمایا اور جس چیز کو میں مجاہدات و باصفت شاقہ میں تلاش کرتا تھا۔ وہ میں نے اپنے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی۔ ایک رات والدہ نے پانی طلب کیا۔ میں کوزہ میں سے پانی لینے گیا مگر وہاں پانی نہ تھا۔ گھڑے میں دیکھا، وہاں بھی پانی نہ تھا۔ چنانچہ میں نہر سے جا کر پانی لایا۔ مگر میری واپسی تک والدہ سو گئیں۔ میں اسی طرح پانی کا کوزہ لئے کھڑا رہا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں انہوں نے مجھے کھڑے دیکھا تو سبب پوچھا میں نے عرض کیا کہ اس وجہ سے کھڑا رہا کہیں آپ بیدار ہوں پانی طلب کریں اور میں حاضر نہ ہوں اس ڈر کی وجہ سے کھڑا رہا۔ یہ سن کر والدہ نے پانی پیا اور میرے حق میں دعا دی۔

والدین کی خدمت بعض حالات میں حقوق اللہ سے بھی مقدم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آنے سے اس لئے رکے رہے کہ والدہ کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اس کی نیت اور عمل کو خوشنودی سے دیکھا۔ آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے آپ کے اس رحمی تعلق کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس طرف سے رحمان خدا کی خوشبو آتی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ جیسے مقرب صحابی کو فرمایا۔ بہترین تابعی اویس تھے۔ یہ اپنی والدہ کا بہت فرمانبردار ہے ان سے ملو تو استغفار کی درخواست کرنا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔

رسول اللہ صلعم کے بعض ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے مخصوص حالت میں والدین کی خدمت اور اطاعت کو نماز، حج اور جہاد پر بھی اولیت عطا فرمائی۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے حج اور جہاد پر جانے کی اجازت کی بجائے ماں کی خدمت کرنے کے لئے کہا۔ بعض اوقات ایسے بھی ہے کہ اولاد حج کی نیت رکھے ہوئے بھی حج نہ کر سکتی ہو تو اللہ اس کو حج کا ثواب دے گا۔ جس طرح حضرت اویس قرنی کی والدہ جب تک زندہ رہیں آپ نے رسول اللہ صلعم کی زیارت بھی نہ کر سکے اور نہ ہی حج کر سکے۔ صرف اپنی والدہ کی تنہائی کے خیال سے آپ نے حج والدہ کی وفات کے بعد کیا۔ اس طرح ابوہریرہؓ نے بعد میں حج کیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت کی توفیق دے اور اپنے والدین کی نیکیوں کو یاد کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلیں۔ اور نیکیوں میں ان سے سبقت لے جائیں۔ اور ایسے اعمال بجالائیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اور وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ ہماری اولاد کو بھی والدین کی خدمت کی توفیق دے کہ خدا اور اس کے رسول کے احکامات کو ماننے سے دین اور دنیا میں سرخروئی ہے۔

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور، حامد رحمٰن

ہوشیاری

ہوشیار اور ذہین ہونا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہے اور اس کا نام ہے چالاکی، جو کہ اتنی ہی خطرناک ہے جس قدر کہ ہوشیاری اچھی۔

ان میں فرق یہ ہے کہ چالاک آدمی ہمیشہ خودغرض ہوتا ہے۔ وہ اپنے ذہن کی صلاحتیں صرف اپنی بھلائی کے لئے خرچ کرتا ہے۔ پھر جو شخص اتنا محدود ہو وہ اچھا کیسے ہوسکتا ہے۔

آپ اپنے ذہن کو استعمال ضرور کریں۔ لیکن اس کا دائرہ اپنی ذات سے وسیع تر رکھیں۔ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھلائی کا بھی ضرور سوچیں۔ کوئی ایسا عمل نہ کریں جو آپ کے لئے تو مفید ہو لیکن آپ کے معاشرہ یا ملک کے لئے تکلیف دہ ہو۔ یعنی تھوڑا بے غرض بن جائیں۔

چالاک لوگوں کی صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ اُن کی زبان خوب چلتی ہے۔ اگر آپ نے اپنی شخصیت کو مضبوط بنانا ہے تو اس عادت کو ترک کردیں۔ ہر بات کا طنزیہ اور فوری جواب دینا کوئی اچھی بات نہیں۔ اسلامی کلچر تو بڑوں کے آگے زیادہ بولنے کو بھی بے ادبی گردانتا ہے۔

بڑوں کا ادب کریں۔ اُن کی بات غلط بھی لگے تو مُنہ توڑ کر جواب نہ دیں۔ ہا بڑوں کو بھی چاہیے وہ شفقت اور میانہ روزی سے کام لیں۔ ہر وقت اپنے کو صحیح ثابت کرنے میں نہ لگے رہیں۔ کسی پر طنز نہ کریں۔ نہ ہی کسی کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر اسے نقصان پہنچائیں ورنہ سادہ لوح شریف آدمی بھی انتقامی کاروائیاں کرنے والا بن جاتا ہے اور ہم نے تو اپنے معاشرے سے یہ سب برائیاں ختم کرنی ہیں نہ کہ مزید افراد کو برائی سکھانی ہے۔ اگر کوئی غلطی کر بھی بیٹھے تو ضروری نہیں اس سے بدلہ لئے بغیر چین سے نہ بیٹھا جائے۔ کبھی کبھی معاف کردینا بھی بہت اچھے نتائج سامنے لاتا ہے۔

چالاک لوگ اپنے آپ کو لیڈر اور برتر ظاہر کرنے کے لئے بے جا دھونس اور رُعب و داب سے بھی کام لیتے ہیں۔ ان کے مطیع لوگوں کو یہ سب بہ امر مجبوری سہنا پڑتا ہے۔ لیکن بعد میں یہ سب لوگ مار آستین ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے چالاک بن کر دشمنوں کی تعداد میں اضافہ نہ کریں۔

چالاک لوگوں کی ایک خاص بات منافقانہ مزاج ہوتا ہے۔ یعنی بات کہہ کر مُکر جانا۔ یا اپنے الفاظ کو موقع آنے پر ہیر پھیر کر اپنے مطلب کا بنالینا۔ یہ سخت بُری بات ہے۔ ایسے آدمی کو منافق کہتے ہیں اور منافق سے اللہ تعالیٰ بھی بے زاری ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح چالاک لوگ مات کھانے پر لڑائی یا غصہ دکھانے لگتے ہیں۔

پیارے بچو! آپ منافق اور چالاک بننے کی بجائے ہوشیار اور ذہین بنیں۔ اس طرح ایک تو آپ کو سب پسند کریں گے دوسرے آپ کے دشمنوں کی تعداد بھی گھٹے گی۔

انتقال پُر ملال

کچھی (ہری پور)

تمام شبان الاحمدیہ اور احباب و خواتین جماعت کو یہ پڑھ کر دکھ ہوگا کہ ہماری شبان کے بہت ہی اہم اور سرگرم ممبر ''سہیل احمد صاحب، وقاص احمد صاحب'' کی ہمشیرہ اور آفتاب احمد صاحب کی بھتیجی مورخہ 29 نومبر 2011ء بروز منگل اس جہاں سے چل بسیں۔

''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

مرحومہ کی ذات بے شمار خوبیوں، نیکی اور شرافت کا مجموعہ تھی۔ ہمیں اس انتقال پُر ملال پر سوگواران اور دیگر خاندان کے ممبران سے دلی ہمدردی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر کی توفیق دے۔ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

محمد صالح نور

ہم کو کسی نے پھر سے پکارا ہے، دوستو

پیغام آپ کو یہ ہمارا ہے دوستو
ہم کو کسی نے پھر سے پکارا ہے دوستو

جب سے ہمارے کُفر کے چرچے ہیں چار سو
ایمان پر قیام ہمارا ہے دوستو

یاروں کے پاس کُفر تھا دیتے وہ اور کیا
اسلام پر کسی کا اجارہ ہے دوستو؟

دنیا تھی کس کی پہلے جو دیتی ہمارا ساتھ
ہم دین کے تھے دین ہمارا ہے دوستو

یہ رنگ رُوپ چھاؤں ہے کب تک رہے گا ساتھ
ذکرِ خدا ہی دِل کا سہارا ہے دوستو

دے دے کے گالیاں وہ ڈراتے ہیں کس لئے
موت اس کی راہ میں بھی گوارا ہے دوستو

عشقِ نبیؐ ہو دل میں زباں پر ہو لا الہ
دونوں جہاں پہ راج تمہارا ہے دوستو

اس کے نقوش پر ہی چلیں گے تمام عمر
یہ کہ کے جس نے ہم کو سنوارا ہے دوستو

''بعد از خدا بعشقِ محمدّ مخمرم''
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم''

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام ۔ ۵ ۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

تسلیم و رضا کے پیکر

مولانا مصطفٰے خاں صاحب

درحقیقت ہیں وہی لائق ثنا کے واسطے
زندگی جو وقف کرتے ہیں خدا کے واسطے

دولتِ دنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبریا کے واسطے

علم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غور
رکھتے ہیں سجدے میں سردائم دعا کے واسطے

ان کے اوقافِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خدا کے واسطے

اپنے بیماروں کی کرتے ہیں مسیحائی بھی وہ
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے

ان کے دل میں ہے محبت، ان کی باتوں میں خلوص
رحمتِ حق ہیں وہ اخوان الصفا کے واسطے

کار زارِ زندگی میں ہے حجت ان کی تیغ
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

ہے جوانی میں بھی عقل ان کی بڑھاپے سی سوا
خضر بن سکتے ہیں خود وہ رہنما کے واسطے

نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دلِ اور پاکباز
زندگی ان کی ہے زہد و اتقا کے واسطے

سر جھکاتے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے

چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
آنکھ ہے ان کی بنی گویا حیا کے واسطے

عزم سے ٹلتے نہیں محنت سے کنیاتے نہیں
ہے روش ان کی نمونہ اصفیا کے واسطے

نام سے ان کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام
کام جو کرتے ہیں، کرتے ہیں خدا کے واسطے

ولولہ ہے ان کے دل میں خدمت اسلام کا
درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفٰے کے واسطے

تقدس کا جہاں لے کر سرِ بزمِ جہاں آؤ

از: اعظم علوی

بہارِ بیکراں بن کر بسوئے گلستاں آؤ
جلو میں لے کے آثارِ حیاتِ جاوداں آؤ

دلوں میں گرمی ایماں نگاہوں میں تڑپ لے کر
امیرِ قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ

یہاں آؤ کہ پھر تازہ کریں اسلاف کی یادیں
لے جوشِ ابوبکرؓ و عمرؓ کی بجلیاں آؤ

یہاں آؤ کہ مل جل کر سنواریں گلشنِ دیں کو
خلوص ضو فشاں لے کر ہمارے درمیاں آؤ

بہاریں ، تازگی، رنگینیاں ہیں منتظر اب تک
جہاں جاؤ بہار آئے، بہار آئے یہاں آؤ

تمہارے دم سے عظمت ہے حریم بزم ہستی کی
تمہی ہو خوش دہن آؤ، تمہی ہو خوش بیاں آؤ

بساطِ زندگی پر اتحادِ خاص قائم ہو
عمل کی بزم میں تم کارواں در کارواں آؤ

تمہیں ارض و سما کی وسعتیں ہر دم یہ کہتی ہیں
فضائے زندگی پر بن کے مثلِ کہکشاں آؤ

نگاہیں اہلِ دنیا کی تمہاری راہ تکتی ہیں
تقدس کا جہاں لے کر سرِ بزمِ جہاں آؤ